«... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ» (آل عمران: ۷۴) «... عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا» (بنی اسرائیل: ۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۱ جمعہ ۲۳ ستمبر ۱۹۹۴ء شمارہ ۳۸

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جو شخص خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے وہ گویا اپنے خدا کو راضی کرتا ہے

"شریعت کے دو ہی بڑے حصے اور پہلو ہیں جن کی حفاظت انسان کو ضروری ہے۔ ایک حق اللہ اور دوسرے حق العباد۔ حق اللہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی اطاعت، عبادت، توحید، ذات اور صفات میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرنا۔ اور حق العباد یہ ہے کہ اپنے بھائیوں سے تکبر، خیانت اور ظلم کسی نوع کا نہ کیا جاوے۔ گویا اخلاقی حصہ میں کسی قسم کا فتور نہ ہو۔ سننے میں تو یہ دو ہی فقرے ہیں لیکن عمل کرنے میں بہت ہی مشکل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل انسان پر ہو تو وہ ان دونوں پہلوؤں پر قائم ہو سکتا ہے۔ کسی میں قوت غضبی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ جب وہ جوش مارتی ہے تو نہ اس کا دل پاک رہ سکتا ہے اور نہ زبان۔ دل سے اپنے بھائی کے خلاف ناپاک منصوبے کرتا ہے اور زبان سے گالی دیتا ہے اور پھر کینہ پیدا کرتا ہے۔ کسی میں قوت شہوت غالب ہوتی ہے اور وہ اس میں گرفتار ہو کر حدود اللہ کو توڑتا ہے۔ غرض جب تک انسان کی اخلاقی حالت بالکل درست نہ ہو وہ کامل ایمان جو منعم علیہ گروہ میں داخل کرتا ہے اور جس کے ذریعہ سچی معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ پس دن رات یہی کوشش ہونی چاہئے کہ بعد اس کے جو انسان سچا موحد ہو اپنے اخلاق کو درست کرے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت اخلاقی حالت بہت ہی گری ہوئی ہے۔ اکثر لوگوں میں بدظنی کا مرض بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ وہ اپنے بھائی سے نیک ظنی نہیں رکھتے اور ادنیٰ ادنیٰ سی بات پر اپنے دوسرے بھائی کی نسبت برے برے خیالات کرنے لگتے ہیں اور ایسے عیوب اس کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں کہ اگر وہی عیب اس کی طرف منسوب ہوں تو اس کو سخت ناگوار معلوم ہو۔ اس لئے اول ضروری ہے کہ حتی الوسع اپنے بھائیوں پر بدظنی نہ کی جاوے اور ہمیشہ نیک ظن رکھا جاوے، کیونکہ اس سے محبت بڑھتی ہے اور انس پیدا ہوتا ہے اور آپس میں قوت پیدا ہوتی ہے اور اس کے باعث انسان بعض دوسرے عیوب مثلاً کینہ، بغض، حسد وغیرہ سے بچا رہتا ہے۔

پھر میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہیں جن میں اپنے بھائیوں کے لئے کچھ بھی ہمدردی نہیں۔ اگر ایک بھائی بھوکا مرتا ہو تو دوسرا توجہ نہیں کرتا اور اس کی خبرگیری کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یا اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں ہے تو اتنا نہیں کرتے کہ اس کے لئے اپنے مال کا کوئی حصہ خرچ کریں۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبرگیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کا حکم آیا ہے بلکہ یہاں تک بھی ہے کہ اگر تم گوشت پکاؤ تو شوربا زیادہ کر لو تا کہ اسے بھی دے سکو۔ اب کیا ہوتا ہے اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں، لیکن اس کی کچھ پروا نہیں۔ یہ مت سمجھو کہ ہمسایہ سے اتنا ہی مطلب ہے جو گھر کے پاس رہتا ہو۔ بلکہ جو تمہارے بھائی ہیں وہ بھی ہمسایہ ہی ہیں خواہ وہ سو کوس کے فاصلے پر بھی ہوں۔

ہر شخص کو ہر روز اپنا مطالعہ کرنا چاہئے کہ وہ کہاں تک ان امور کی پروا کرتا ہے اور کہاں تک وہ اپنے بھائیوں سے ہمدردی اور سلوک کرتا ہے۔ اس کا بڑا بھاری مطالبہ انسان کے ذمہ ہے۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ کہے گا کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ میں پیاسا تھا اور تو نے مجھے پانی نہ دیا۔ میں بیمار تھا۔ تم نے میری عیادت نہ کی۔ جن لوگوں سے یہ سوال ہو گا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب تو کب بھوکا تھا جو ہم نے کھانا نہ دیا۔ تو کب پیاسا تھا جو پانی نہ دیا اور تو کب بیمار تھا جو تیری عیادت نہ کی۔ پھر خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ جو ہے وہ ان باتوں کا محتاج تھا مگر تم نے اس کی کوئی ہمدردی نہ کی۔ اس کی ہمدردی میری ہی ہمدردی تھی۔ ایسا ہی ایک اور جماعت کو کہے گا کہ شاباش! تم نے میری ہمدردی کی۔ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا وغیرہ۔ وہ جماعت عرض کرے گی کہ اے ہمارے خدا ہم نے کب تیرے ساتھ ایسا کیا؟ تب اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ میرے فلاں بندہ کے ساتھ جو تم نے ہمدردی کی وہ میری ہی ہمدردی تھی۔ دراصل خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرنا بہت ہی بڑی بات ہے اور خدا تعالیٰ اس کو بہت پسند کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ وہ اس سے اپنی ہمدردی ظاہر کرتا ہے۔ عام طور پر دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کا خادم کسی اس کے

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

مختصرات

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کا سب سے اہم پروگرام "ملاقات" ہے جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بنفس نفیس تشریف لاتے ہیں اور مختلف علمی اور دینی موضوعات پر گفتگو فرماتے ہیں۔ "مختصرات" کے عنوان کے تحت ایک ہفتہ کے پروگرام "ملاقات" کا خلاصہ ریکارڈ کی غرض سے قارئین کے استفادہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اصل لطف پروگرام براہ راست سننے اور دیکھنے میں ہے۔ احباب کو چاہئے کہ اصل ویڈیوز حاصل کر کے استفادہ کریں۔ یہ ویڈیوز آپ کو آپ کے ملک کے سینٹرل مشن کے شعبہ ویڈیو سے بھی مل سکتی ہے اور اگر وہاں دستیاب نہ ہوں تو مرکزی شعبہ ویڈیو لندن سے رابطہ کر کے بھی حاصل کی جا سکتی ہیں۔

۳ ستمبر ۱۹۹۴ء بروز ہفتہ:

۲۷ اگست یعنی جرمنی کے جلسہ سالانہ کے دوسرے دن ناصر باغ جرمنی میں بوزنین کے ساتھ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی جو مجلس سوال و جواب ہوئی وہ دکھائی گئی۔ اس کے اہم سوال یہ تھے۔

(۱) سائنس کے بارہ میں اسلام کیا بیان کرتا ہے؟

(۲) اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ۷۳ فرقوں میں سے ناجیہ جماعت، جماعت احمدیہ ہے۔ حضور انور نے جماعت احمدیہ کے ناجیہ ہونے پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔

۴ ستمبر ۱۹۹۴ء بروز اتوار:

۲۴ اپریل کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا بوزنین کے ساتھ جو پروگرام ٹیلی کاسٹ کیا گیا تھا وہ دوبارہ دکھایا گیا۔

۵ ستمبر ۱۹۹۴ء بروز سوموار:

یہ بھی ایک گزشتہ ریکارڈ شدہ پروگرام تھا جو ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس بیان کی پرزور تردید فرمائی کہ بھٹو کو پھانسی دلانے میں احمدی جرنیلوں کا کوئی ہاتھ تھا۔ اس مضمون میں اسمبلی میں ہونے والی کاروائی اور اس دوران عمائدین کی باہمی گفتگو کے بارہ میں بعض تفاصیل بیان فرمائیں اور فرمایا کہ یہ باتیں اس وقت کے ممبران قومی اسمبلی کو بتا کر ان سے پوچھ سکتے ہیں کہ یہ باتیں درست ہیں یا نہیں۔ نیز فرمایا کہ اسمبلی میں ایک دن بھی ختم نبوت کی بحث نہیں چھیڑی گئی اور نہ ہی اس مسئلہ کو اٹھایا گیا اور اس ضمن میں جماعت نے قرآن و حدیث کے حوالے، علماء کے حوالے اور عقلی حوالے پیش کئے لیکن اس کے مقابل پر کسی نے بھی ان حوالوں اور دلائل کو اشارۃً بھی نہیں توڑا اور نہ ان کا رد کیا۔

۶ ستمبر ۱۹۹۴ء بروز منگل:

۱۵ جون ۱۹۹۴ء والا پروگرام دوبارہ پیش کیا گیا۔ جس میں احمدیت پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات حضور انور نے دئے۔ خاص طور پر اس اعتراض کا جواب کہ احمدیت انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے۔ اس بارہ میں آپ نے بہت جلال سے فرمایا:

"یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے اور خدا اس کی پشت پناہی کر رہا ہے"

نیز آپ نے ذکر فرمایا کہ مولوی تو ہمیشہ ہر بات پر ہی اعتراض کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ مولویوں نے پہلے تو یہ کہا کہ یہ وہ مہدی ہے جو تلوار کے ذریعہ سے اسلام پھیلائے گا۔ اور اس طرح سے انگریز حکومت کو بدظن کرنے کی کوشش کی۔ اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کا اعلان فرمایا کہ میں ایسے جہاد کا قائل نہیں تو اس پر یہ شور مچا دیا کہ احمدی جہاد کے قائل ہی نہیں۔ اور پھر انگریز کا خود کاشتہ پودا ہونے کا الزام لگایا۔

۷ ستمبر ۱۹۹۴ء بروز بدھ:

۱۶ جون ۱۹۹۴ء والا پروگرام ملاقات دوبارہ دکھایا گیا۔ اس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انگریز حکومت کی بہت تعریف فرمائی۔ آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ آپؑ نے انگریز حکومت کی تعریف کی کہ یہ حکومت انصاف پسند ہے اور مذہب میں دخل نہیں دیتی۔ اور پھر عیسائیت پر پرزور حملے دلائل سے کئے اور انگریز کی یہ تعریف کسی ذاتی مصلحت پر نہ تھی اور یہ شکریہ صرف اپنے یا احمدیوں کی طرف سے نہ تھا بلکہ تمام مسلمانوں کی طرف سے تھا اور اسلام کے دفاع اور اس کی شان بلند کرنا مقصود تھا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں سے بہت سے حوالہ جات پڑھ کر سنائے۔

آپ نے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر تو تعریف کرنے کا الزام دیتے ہیں حالانکہ خود مسلمان بھی تعریف کرتے رہے ہیں۔ مثلاً ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر مبالغہ آمیز تعریف والے مرثیے بہت سے مسلمانوں نے لکھے۔ حضور انور نے مختلف مشاہیر کی تحریرات میں سے ایسے حوالے پیش کئے جن میں انگریز حکومت کی بے حد تعریف کی گئی تھی۔

پروگرام کے آخر میں آپ نے بجلی فیل ہونے پر ایک نظام کے بارہ میں تفصیلی معلومات دیں جو کہ جنریٹر کے نظام سے بہتر ہے۔ یعنی موٹر کی دو بیٹریوں اور Converter کے ذریعہ بجلی بند ہونے کے باوجود روشنی کا انتظام ہو سکتا ہے اور اس طرح ایم۔ ٹی۔ اے کے پروگرام کو بھی دیکھا جا سکتا ہے اور اس پر خرچ بھی کم آتا ہے۔

نیز فرمایا کہ ٹی۔ وی کا بنیادی مقصد تربیت ہے۔ عبادت میں ہماری جان ہے۔ نماز قائم کریں۔ اس کے بغیر دعوت الی اللہ میں بھی کوئی برکت نہیں ہو گی۔

باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں

ادارىه

مسجد احمدیہ کا انہدام

"مملکت خداداد"، "اسلامی جمہوریہ" پاکستان میں دارالحکومت اسلام آباد کے پڑوس میں واقع شہر راولپنڈی کے محلّہ راجہ سلطان میں جماعت احمدیہ کی مسجد کو راولپنڈی ڈیویلپمنٹ اتھارٹی کے کارکنوں نے ۱۵ ستمبر ۱۹۹۴ء کو کلیۃً مسمار کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ یہ جگہ جماعت کی ملکیت تھی اور گزشتہ تیس چالیس برس سے اس جگہ کو خدائے واحد ویگانہ کی عبادت کی غرض سے استعمال کیا جا رہا تھا۔ کچھ عرصہ پیشتر جب اس کی عمارت میں توسیع کے لئے باقاعدہ طور پر متعلقہ اتھارٹیز سے نقشہ منظور کروانے کے بعد نئی تعمیر کا کام شروع ہوا تو شرپسند ملاؤں نے حسب عادت اس پر بہت شور ڈالا اور اپنے روایتی طریق پر احمدیوں کے علاوہ متعلقہ حکومتی اداروں کو بھی دھمکیاں دینی شروع کیں اور مطالبہ کیا کہ احمدیوں کو اس جگہ مسجد بنانے کا کوئی حق نہیں اس لئے یہ جگہ ان ملاؤں کے حوالے کی جائے ورنہ ہم خود ایکشن لیں گے اور اس جگہ پر قبضہ کر لیں گے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان ملاؤں کے دباؤ میں آکر اس جگہ نئی تعمیر کو غیر قانونی قرار دینے کا فیصلہ کیا گیا اور پلاننگ اس طرح کی گئی کہ اس فیصلہ کے خلاف کسی قسم کی اپیل نہ داخل کی جاسکے اور نہ ہی Stay آرڈر لیا جاسکے اور بلا تاخیر اس جگہ پر ہلہ بولا گیا اور عدالتی فیصلہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے اس عمارت کو بھی کلیۃً مسمار کر دیا گیا جو نئی تعمیر نہیں تھی بلکہ عرصہ دراز سے وہاں قائم تھی۔ خدائے واحد ویگانہ کی عبادت کی غرض سے تعمیر شدہ اس عمارت کی مسماری یقیناً ایک نہایت تکلیف دہ واقعہ ہے اور اس سے پہلے بھی پاکستان میں متعدد احمدیہ مساجد کی بے حرمتی اور انہدام کی نہایت ظالمانہ کاروائیاں ہو چکی ہیں۔ ماضی میں ظاہر ہونے والے ایسے واقعات سے یہ امر معلوم اور متحقق ہے کہ حکومت ایسے واقعات میں پوری طرح ملوث ہوتی ہے اور ملاؤں یا عوامی دباؤ کا عذر رکھ کر احمدیوں کے خلاف ظالمانہ اقدامات کئے جاتے ہیں۔ ظلم اور ناانصافی کے جواز کے لئے یہ وہی پرانے اوچھے ہتھکنڈے ہیں جو اس سے پہلے بھی بارہا اس حکومت نے اور اس سے قبل دوسری حکومتوں نے اختیار کئے۔ سپریم کورٹ میں زیر سماعت احمدیوں کے ایک مقدمہ کے حوالہ سے چند ملاؤں کا سپریم کورٹ کے سامنے دھرنا مار کر بیٹھنا اور وزیر داخلہ کی انہیں مکمل تعاون کی تحریری یقین دہانی کوئی دور کی بات نہیں ہے۔ الفضل انٹرنیشنل کے انہی صفحات میں ہم کچھ عرصہ پیشتر اس خبر پر تبصرہ کر چکے ہیں۔ اس حالیہ واقعہ میں بھی یہی ہوا ہے اور آر۔ ڈی۔ اے۔ کی انتظامیہ نے ان مولویوں کو پہلے سے تحریری یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ اس عمارت کو ضرور گرائیں گے (اس بارہ میں تفصیلی رپورٹ انشاء اللہ ہم آئندہ کسی اشاعت میں پیش کریں گے)۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت اور مولویوں کی ملی بھگت کے بغیر اس قسم کی ظالمانہ کاروائیاں نہیں ہو سکتیں۔ اول تو یہ بات ہی خلاف واقعہ ہے کہ گویا عوام کا شدید دباؤ تھا۔ سوائے ان چند شرپسند ملاؤں کے جنہیں حکومت کی سرپرستی اور پشت پناہی حاصل ہے، ملک کی بھاری اکثریت اس قسم کی ذلیل حرکتوں سے بیزار اور متنفر ہے۔

اگر آپ حالات کا بغور تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان شرپسند ملاؤں کو پیر تسمہ پا کی طرح خود حکمرانوں نے ہی اپنے کندھوں پر بٹھا رکھا ہے اور عملاً اپنے تمام اختیارات، اپنی تمام عزتوں کو ان جاہل، متعصب ملاؤں کے سپرد کر دیا ہے اور وہ جب چاہیں ڈرا دھمکا کر اپنے جائز ناجائز مطالبات منوا لیتے ہیں بدقسمتی سے یہ رجحان ملک میں بڑی تیزی سے غالب آ رہا ہے اور کمزور سادہ اور شریف لوگوں کی عزت اور ان کے بنیادی انسانی حقوق ایسے لوگوں کے ہاتھوں محفوظ نہیں ہیں۔ اس صورتحال میں حکومتی اداروں یا عدالتوں سے کسی انصاف کی توقع رکھنا عبث ہے۔ اس لئے جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے ان سب مظالم پر "اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ" کے تابع ہماری آہ و بکا اور ہماری فریاد صرف اور صرف اس خدائے ذوالجلال کے حضور ہے جو ذوالقوۃ المتین اور عزیز ذوانتقام ہے اور جس نے اپنے کلام میں سب سے زیادہ ظالم ان لوگوں کو قرار دیا ہے جو اللہ کی مساجد سے روکتے ہیں اور ان کی ویرانی کے درپے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ جب اس کی پکڑ آئے گی تو ظالموں کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی۔

بقیہ ارشادات عالیہ از صـ ۱

بقیہ ارشادات عالیہ از صـ ۱

دوست کے پاس جاوے اور وہ شخص اس کی خبر بھی نہ لے تو کیا وہ آقا جس کا کہ وہ خادم ہے اس اپنے دوست سے خوش ہوگا؟ کبھی نہیں؟ حالانکہ اس کو تو کوئی تکلیف اس نے نہیں دی۔ مگر نہیں اس نوکر کی خدمت اور اس کے ساتھ حسن سلوک گویا مالک کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ خدا تعالیٰ کو بھی اس طرح پر اس بات کی چڑ ہے کہ کوئی اس کی مخلوق سے سرد مہری برتے کیونکہ اس کو اپنی مخلوق بہت پیاری ہے۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے وہ گویا اپنے خدا کو راضی کرتا ہے۔

غرض اخلاق ہی ساری ترقیات کا زینہ ہے۔ میری دانست میں یہی پہلو حقوق العباد کا ہے جو حقوق اللہ کے پہلو کو تقویت دیتا ہے۔ جو شخص نوع انسان کے ساتھ اخلاق سے پیش آتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے ایمان کو ضائع نہیں کرتا"۔

(ملفوظات جلد چہارم [طبع جدید] صـ ۲۱۴، ۲۱۶)

☆

جمال و حسن کی ناز و ادا کی آزمائش ہے
کسی کے صبر کی عشق و وفا کی آزمائش ہے

کہیں جور و ستم، کبر و انا کی آزمائش ہے
کہیں درد و فغاں، آہ و بکا کی آزمائش ہے

ادھر جوش و مسرت کے جہاں میں شادیانے ہیں
ادھر بس اک غم بےانتہا کی آزمائش ہے

خدا کا نام لیتا ہوں تو مقتل بھیج دیتے ہیں
یہ میری ہی نہیں، میرے خدا کی آزمائش ہے

جہاں اللہ کے بندوں کی ہوتی ہے دل آزاری
وہاں خلق حبیب کبریا کی آزمائش ہے

دعائے مرد مومن کا اثر دیکھا نہیں تونے
کہ شاید پھر میرے زور دعا کی آزمائش ہے

پریشاں حالی اہل چمن دیکھی نہیں جاتی
جہاں برق تپاں، سیل بلا کی آزمائش ہے

کبھی اللہ کی تکبیر کہنے پر لگی قدغن
کبھی عشق محمد مصطفیٰؐ کی آزمائش ہے

مجھے صیاد نے بے بال و پر کرنے کی ہے ٹھانی
میری پرواز رفعت آشنا کی آزمائش ہے

بلالی روح ہے میری براہیمی نظر میری
یہاں ہر صورت صبر آزما کی آزمائش ہے

خدا وندا تیرے مظلوم بندے اب کدھر جائیں
جہاں میں پھر میرے صدق و صفا کی آزمائش ہے

وطن میں رہ کے بھی ہم بےوطن معلوم ہوتے ہیں
خدایا کن خطاؤں کی، سزا کی آزمائش ہے

ہماری بےکسی پر خندہ زن ہیں اپنے بیگانے
الٰہی! بےنواؤں کی نوا کی آزمائش ہے

تیرے دربار میں دامن کو پھیلائے کھڑا ہوں میں
تیری بخشش کی اور تیری عطا کی آزمائش ہے

وفاؤں پر میری احسن زمانہ ناز کرتا ہے
نہ جانے آج کیوں میری وفا کی آزمائش ہے

(سید احسن اسمٰعیل صدیقی)

☆

وطن میں بھی مسافر ہوگیا ہوں
میں گھر میں رہ کے بےگھر ہوگیا ہوں

بپاس حسن آنسو بہہ نہ پائے
یہ سمجھے لوگ پتھر ہوگیا ہوں

اتر کر درد کی گہرائیوں میں
میں قطرہ تھا، سمندر ہوگیا ہوں

انا کے جال سے آزاد ہوکر
میں ہر جذبے سے برتر ہوگیا ہوں

لٹا کر جان و مال و آبرو، سب
میں اس در کا گداگر ہوگیا ہوں

تڑپنے میں مزہ آنے لگا ہے
کہ میں زخموں کا خوگر ہوگیا ہوں

جہاں جھکتے ہیں تاج خسروی بھی
میں اس درگاہ کا نوکر ہوگیا ہوں

منیرہ وہ نظر بھی کیا نظر تھی
کہ میں کنکر سے گوہر ہوگیا ہوں

(سیدہ منیرہ ظہو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فلسفہ اخلاق

(دوسری قسط)

(حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے قلم سے)

اخلاق کی علت غائی کیونکر پیدا ہو

اخلاق فاضلہ کی تقسیم وتعریف اخلاق فاضلہ کی تقسیم وتحدید اخلاق فاضلہ کے صدور کا مقام ومحل اور اخلاق فاضلہ کی غرض وغایت کو پہلے تمام اخلاقین سے ممتاز طریق پر آپ نے بیان کر کے پھر حصول اخلاق کے طریقوں میں بھی یگانہ رنگ اختیار کیا ہے۔ اس بارہ میں تربیت وتعلیم کا جو طریق امام غزالی نے یا دوسرے اخلاقین نے بیان کیا ہے وہ اخلاق کی ظاہری حالت سے متجاوز نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ انہوں نے اخلاق فاضلہ کی علت غائی پر بحث نہیں کی اور سطحی طور پر اس سے گزر گئے ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انسانی پیدائش کی علت غائی کو مد نظر رکھ کر اس پر بحث کی ہے۔ حصول اخلاق کے لئے یہ اصل بتایا کہ اولاً نیت درست ہو۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تعلیم دی ہے "انما الاعمال بالنیات" اور آج تیرہ سو سال کے بعد واضعان قوانین نے افعال میں نیت کو مقدم کیا ہے۔ جب تک نیت کی تصریح نہ ہو کوئی جرم، جرم نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور یہ اصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آقا سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید سے لی ہے۔ آپ نے خطرات اور عزیمت میں فرق کر کے بتایا ہے کہ مجرد خطرات پر مواخذہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ انسانی فطرت کے قبضہ میں نہیں ہیں لیکن جب انسان عزیمت کر لیتا ہے تو وہ قابل مواخذہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے "ولکن یواخذ کم بما کسبت قلوبکم" یعنی جن گناہوں کو دل اپنی عزیمت سے حاصل کرے ان گناہوں کا مواخذہ ہو گا۔

یہ نہایت قیمتی اور نادر اصل ہے جس سے دنیا کے تمام دوسرے مذاہب اور ان کی کتب خالی ہیں۔ قرآن مجید ہی نے نیات اور مرکز قویٰ اور اعصاب افعال کو صاف کرنے اور پاک رکھنے کا گر بتایا ہے اور اس کی ابتداء نیت سے ہوتی ہے۔ پس حضرت مسیح موعودؑ نے صدور اخلاق کے لئے پہلی چیز نیت بتائی ہے۔ اور اس کے لئے یہ قرار دیا کہ چونکہ انسان کی اصل غرض اتصال بالمبدء ہے لہٰذا وہ اپنے اخلاق کو اس نیت کا تابع کرے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"اخلاق فاضلہ کی ورزش سے یہ غرض ہے کہ وہ اتصال بالمبدء کے لئے ذریعہ ہوں۔ یعنی ایسے طور سے استعمال میں ہوں کہ جس سے انسان اپنی ذات سے بالکل محو ہو کر اتصال بالمبدء حاصل کرے اور وہ طریق بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ انسان اپنے اخلاق کو محض اس نیت سے استعمال کرے جو وہ خدا کے اخلاق کے تابع ہو جائیں اور جیسے سایہ اپنے وجود میں کچھ چیز ہی نہیں بلکہ وہ اصل سے پیدا ہوتا ہے اور اصل کی ہی متابعت میں محو ہوتا ہے ویسا ہی سالک کے لئے لازم ہے کہ اس کو اپنی ذات میں نفی اخلاق کا درجہ حاصل ہو۔ یعنی ایسا ہو کہ اس کے لئے کوئی بھی صفت نہیں۔ نہ اس میں رحم کی صفت ہے نہ عفو کی نہ قہر کی نہ لطف کی اور ان صفتوں کو اس میں پیدا کرنے والا محض اخلاق الٰہی ہوں اور یہ اخلاق اسی طور سے اس سے صادر ہوں کہ جن سے توحید فعلی پیدا ہوتی ہے اور توحید فعلی اخلاق کی تب ہی پیدا ہوتی ہے کہ جب اخلاق انسان کی بہ تبعیت اخلاق اپنے خالق کے صادر ہوں اور خالق کے تمام اخلاق میں حقیقی نیکی بھری ہوئی ہے۔ دنیا میں صرف اس کا لطف ہی نہیں پایا جاتا بلکہ قہر بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن خالق کا مقصود بالذات نہ لطف ہے نہ قہر ہے بلکہ حقیقی نیکی مقصود بالذات ہے اور لطف اور قہر اس کے لباس ہیں۔ اور جس طرح تبدیل لباس سے صاحب لباس کی ذات میں کوئی فرق نہیں آتا اسی طرح تبادل لطف و قہر سے حقیقی نیکی میں کچھ بھی تبدیلی واقع نہیں ہوتی چونکہ خدا اپنے بندوں سے حقیقی نیکی بجالاتا ہے اس لئے وہ شخص جو توحید فعلی کے حصول کا خواہاں ہو اس کو سمجھنا چاہئے کہ یہ توحید فنائی اخلاق اللہ سے حاصل ہوتی ہے اور مرتبہ فنائی اخلاق اللہ کا تب متحقق ہو سکتا ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ حقیقی نیکی کا مصدر ہے۔ یہ بھی حقیقی نیکی کا مصدر ہو جائے۔ "عسیٰ ان تکرھوا شیئاً و ھو خیر لکم" پس جب حقیقی نیکی کا مصدر ہوا تو بباعث فنائی اخلاق اللہ کے مرتبہ توحید فعلی کا پائے گا"۔

(الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء صـ ۳، ۴)

اصل معیار اخلاق صراط مستقیم پر قائم ہونا ہے

پھر آپ نے بتایا کہ اخلاق کا اصل معیار صراط مستقیم پر قائم ہونا ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ کہو کہ جب تک اعتدال اور توسط کا مقام انسان کو اپنے افعال واعمال میں حاصل نہیں ہوتا اس وقت تک وہ نہ اس حقیقت کو پا سکتا ہے جو فنائی اخلاق اللہ کے نام سے تعبیر کی جاتی ہے اور اس لئے اس کو حقیقی نیکی اور توحید فعلی کا درجہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"اب جب کہ مدار فنائی اخلاق اللہ کا حقیقی نیکی ٹھہری تو ایسی حقیقی نیکی پر قدم مارنا صراط مستقیم ہے اور اسی کا نام توسط اور اعتدال ہے۔ کیونکہ توحید فعلی جو مقصود بالذات ہے وہ اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور جو شخص اس نیکی کے حاصل کرنے میں غافل رہے وہ درجہ تفریط میں ہے اور جو شخص اس سے آگے ہو وہ افراط میں پڑتا ہے۔ ہر جگہ رحم کرنا افراط ہے کیونکہ محل کے ساتھ بے محل کا پیوند کر دینا اصل پر زیادتی ہے اور یہی افراط ہے اور کسی جگہ بھی رحم نہ کرنا یہ تفریط ہے۔ کیوں اس میں محل بھی فوت کر دیا اور یہی تفریط ہے اور وضع شئی کا اپنے محل پر کرنا۔ یہ توسط اور اعتدال ہے کہ جو صراط مستقیم سے موسوم ہے۔ جس کی تحصیل کے لئے کوشش کرنا ہر ایک مسلمان پر فرض کیا گیا ہے اور اس کی نماز اور دعا ہی یہی مقرر ہوئی کہ صراط مستقیم مانگتا ہوں کیونکہ یہ امر اس کو توحید پر قائم کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ صراط مستقیم پر ہونا خدا کی صفت ہے علاوہ اس کے صراط مستقیم کی حقیقت حق اور حکمت ہے"۔

(الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء صـ ۴)

حق وحکمت کے اقسام ثلاثہ

"پس اگر وہ حق اور حکمت خدا کے بندوں کے ساتھ بجالایا جاوے تو اس کا نام حقیقی نیکی ہے اور اگر خدا کے ساتھ بجالایا جاوے تو اس کا نام اخلاص اور احسان ہے اور اگر اپنے نفس کے ساتھ ہو تو اس کا نام تزکیہ نفس ہے۔ اور صراط مستقیم ایسا لفظ ہے کہ جس میں حقیقی نیکی اور اخلاص مابعد اور تزکیہ نفس تینوں شامل ہیں اب اس جگہ یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ صراط مستقیم جو حق اور حکمت پر مبنی ہے تین قسم پر ہے۔ علمی، عملی اور حالی اور پھر یہ تینوں تین قسم پر ہے علمی میں حق اللہ، حق العباد اور حق النفس کا شناخت کرنا اور عملی میں ان حقوق کو بجالانا مثلاً حق اللہ علمی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھنا اور اس کو مبدء تمام فیوض کا اور جامع تمام خوبیوں کا اور مرجع اور مآب ہر ایک چیز کا اور منزہ ہر ایک عیب اور نقصان سے جاننا اور جامع تمام صفات کاملہ ہونا اور قابل عبادت ہونا اس میں محصور رکھنا تو یہ حق اللہ میں علمی صراط مستقیم ہے۔ اور عملی صراط مستقیم یہ ہے جو اس کی طاعت اخلاص سے بجالانا اور طاعت میں اس کا کوئی شریک نہ کرنا اور اپنی بہبودی کے لئے اس سے دعا مانگنا اور اسی پر نظر رکھنا اور اسی کی محبت میں کھوئے جانا یہ عملی صراط مستقیم ہے۔ کیونکہ یہی حق ہے اور حق العباد میں علمی صراط مستقیم یہ ہے جو ان کو اپنا بنی نوع خیال کرنا اور بندگان خدا سمجھنا اور بالکل ہیچ اور ناچیز خیال کرنا کیونکہ معرفت حقہ مخلوق کی نسبت یہی ہے کہ جو ان کا وجود ہیچ اور ناچیز ہے اور سب فانی ہیں۔ یہ توحید علمی ہے۔ کیونکہ اس سے عظمت ایک ہی ذات کی نکلتی ہے کہ جس میں کوئی نقصان نہیں اور اپنی ذات میں کامل ہے اور عملی صراط مستقیم یہ ہے کہ حقیقی نیکی بجالانا۔ یعنی وہ امر جو حقیقت میں ان کے حق میں اصلح اور انسب ہے بجالانا یہی توحید عملی ہے کیونکہ موحد کی اس میں یہ غرض ہوتی ہے کہ اس کے اخلاق سراسر خدا کے اخلاق میں فانی ہوں"۔

"اور حق النفس میں علمی صراط مستقیم یہ ہے کہ جو جو نفس میں آفات پیدا ہوتی ہیں جیسے عجب اور ریا اور تکبر اور حقد اور حسد اور غرور اور حرص اور بخل اور غفلت اور ظلم ان سب سے مطلع ہونا اور جیسے وہ حقیقت میں اخلاق رذیلہ ہیں ویسا ہی ان کو اخلاق رذیلہ جاننا یہ علمی صراط مستقیم ہے اور یہ توحید علمی ہے کیونکہ اس سے عظمت ایک ہی ذات کی نکلتی ہے کہ جس میں کوئی عیب نہیں اور اپنی ذات میں قدوس ہے"۔

"اور حق النفس میں عملی صراط مستقیم یہ ہے جو نفس سے ان اخلاق رذیلہ کا قلع قمع کرنا اور صفت تخلی عن الرذائل اور تجلی بالفضائل سے متصف ہونا یہ عملی صراط مستقیم ہے اور یہ توحید حالی ہے کیونکہ موحد کی اس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ تا اپنے دل کو غیر اللہ کے دخل سے خالی کرے اور اس کو فنائی تقدس اللہ کا درجہ حاصل ہو"۔

(الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء صـ ۴)

حق العباد اور حق النفس میں عملی صراط مستقیم کا امتیاز یا ادائے خدمت اور تزکیہ نفس کی حقیقت

پھر اسی سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے ایک اور

DISTRIBUTORS OF CRIMPLENE/ VELVET & POLYESTER COTTON CLOTH/ QUILTS & BLANKETS/ PILLOWS & COVERS/ VELVET CURTAINS/ NYLON & SATIN FINISH BED SPREADS/ BED SETTEE & QUILT COVERS/ VELVET CUSHION COVERS/ PRAYER MATS/ ETC. ETC DIRECT SALE TO THE PUBLIC
CROWN TEXTILES,
138 ABBEY ROAD, BRADFORD, BD8 8DP
PHONE 0274 724 331/ 488 446
FAX 0274 730 121

MOST COMPETITIVE PRICES IN WORLD WIDE FREIGHT FORWARDING & TRAVEL
ARIEL ENTERPRISES
26 LEGRACE AVENUE, HOUNSLOW, MIDDLESEX TW4 7RS
PHONE 081 564 9091
FAX 081 759 8822

باریک اور لطیف امتیاز ان اخلاق میں بتایا ہے جو ذاتی و نفسی خوبیوں سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کا نام تزکیہ نفس رکھا جاسکتا ہے۔ اور ان اخلاق میں جو دوسروں پر موثر ہوتے ہیں۔ اس فلسفہ کا امتیاز بتاتے ہوئے آپ نے اخلاق پر بحث کرنے والوں سے بالکل جداگانہ طرز اختیار کی ہے اگرچہ دونوں قسمیں تزکیہ نفس سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی تزکیہ نفس کے ساتھ ہی مخلوق خدا کی ہمدردی و خدمت کا جوش بھی انسان میں پایا جاتا ہے مگر اس باریک امتیاز کو اخلاقین نے اس حیثیت سے بیان نہیں کیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اور اس میں اور حق العباد میں جو عملی صراط مستقیم ہے ایک فرق باریک ہے اور وہ یہ ہے۔ جو عملی صراط مستقیم حق النفس کا وہ صرف ایک ملکہ ہے جو بذریعہ ورزش انسان حاصل کرتا ہے اور وہ ایک باطنی شرف ہے۔ خواہ خارج میں کبھی ظہور میں آوے یا نہ آوے۔ لیکن حق العباد میں جو عملی صراط مستقیم ہے وہ ایک خدمت ہے اور یہ تب ہی متحقق ہوتی ہے کہ جب افراد کثیرہ بنی آدم کو خارج میں اس کا اثر پہنچے اور شرط خدمت کی ادا ہو جاوے۔ غرض تحقیق عملی صراط مستقیم حق العباد ادائے خدمت میں ہے اور عملی صراط مستقیم حق النفس کا صرف تزکیہ نفس پر مدار ہے۔ کسی خدمت کا ادا ہونا ضروری نہیں۔ یہ تزکیہ نفس ایک جنگل میں اکیلے رہ کر بھی ادا ہو سکتا ہے۔ لیکن حق العباد بجز مجالست بنی آدم کے ادا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے فرمایا گیا ہے جو رہبانیت اسلام میں نہیں۔ اب جاننا چاہئے جو صراط مستقیم علمی اور عملی سے غرض اصلی توحید علمی اور توحید عملی ہے۔ یعنی وہ توحید جو بذریعہ علم کے حاصل ہو اور وہ توحید جو بذریعہ عمل کے حاصل ہو۔ پس یاد رکھنا چاہئے جو قرآن شریف میں بجز توحید کے اور کوئی مقصود اصلی قرار نہیں دیا گیا اور باقی سب اس کے وسائل ہیں۔ ایسا ہی اخلاق فاضلہ کا حاصل کرنا توحید عملی کے قائم کرنے کے لئے ہے کہ تا انسان کے آئینہ وجود میں اخلاق اللہ کا عکس منعکس ہو کر اس کو بالکل خودی اور ہستی سے محو کرے۔ پس اگر انسان بطور خدمت مخلوق کو اپنے اخلاق کو معرض ظہور میں لاتا ہے تو یہ سارا کام اس غرض سے ہوتا ہے کہ تا اپنے افعال کو مبدء قدیم کے افعال میں فانی اور گم کرے جیسا فرمایا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اور جیسے فرمایا

بی یسمع بی یبصر بی یمشی بی یبطش

اور اس حالت میں کہ افعال اس کے افعال الٰہی کا ایک سایہ ہوتے ہیں تو اس صورت میں بجز التزام حق اور حکمت کے اور کسی چیز کا التزام اس کے افعال میں نہیں آتا اور جو مقتضائے حق اور حکمت کا ہوتا ہے وہی اس سے صادر ہوتا ہے۔ اور اسی کو وہ اصل محکم سمجھ کر اس سے جو کمی بیشی ہو اس کو افراط اور تفریط سمجھتا ہے۔ ایسا ہی تزکیہ نفس کی حالت میں توحید عملی غرض ہوتی ہے اور اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ تا اپنے صحن قلب کو دخل غیراللہ سے پاک اور صاف کرے"۔

(الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء ـ ۴)

امام غزالی نے جو اخلاقی امراض کی تقسیم پر بڑی موشگافی کی ہے۔ اور متاخرین نے اس کی بہت داد دی ہے اور کچھ شک نہیں وہ قابل قدر بھی ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اخلاقی امراض کی تقسیم اور اس کے علاج میں جو طریق اختیار کیا ہے وہ اپنی نوعیت میں ہی نہیں کہ نرالا اور مکمل ہے بلکہ وہ انسانی زندگی کے مقصد اور مدعا کو پورا کرنے والا ہے۔ حق العباد حق النفس میں عملی صراط مستقیم کا امتیاز بتاتے ہوئے ایک ایسے جامع طریق پر اخلاقی امراض اور ان کے علاج کی طرف توجہ دلائی ہے کہ یہ طریق کوئی شخص بیان نہیں کر سکتا۔ جب تک اس نے خداتعالیٰ سے خاص قوت نہ پائی ہو اور وہ اس کی روح سے نہ بولتا ہو۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"ایسا ہی تزکیہ نفس کی حالت میں توحید عملی غرض ہوتی ہے اور اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ تا اپنے صحن قلب کو دخل غیراللہ سے صاف اور پاک کرے اور بلا شبہ اخلاق رذیلہ سب غیراللہ ہیں جو کسی خود غرضی کے منشاء سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص جو تکبر کرتا ہے اسے اپنے نفس کو بزرگ بنانا مد نظر ہوتا ہے۔ ایسا ہی عجب میں اپنے نفس کی خوبی دیکھی جاتی ہے۔ بخل میں بھی اپنی ہی خودداری منظور ہوتی ہے۔ حرص بھی اپنا ہی نفس خوش کرنے کے لئے ہوا کرتی ہے۔ پس انسان کی فلاح کلی شرک سے اسی میں ہے کہ وہ اخلاق ذمیمہ سے تزکیہ اپنے نفس کا کر کے توحید عملی اختیار کرے اور اسی طرف اشارہ ملتا ہے "قد افلح من زکھا" اور اسی کی طرف اشارہ ہے "الذین آمنوا و لم یلبسوا ایمانھم بظلم و اولئک لھم الامن و ھم مھتدون" یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو کسی نوع کے شرک سے ملوث نہ کیا اور انہیں خطرات عذاب سے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں یعنی ان کا قول اور فعل اور حال سب خدا کے لئے ہو گیا۔ ایمان بھی خالصاً خدا پر لائے اور توحید فی ذات اللہ اور توحید فی صفات اللہ کا درجہ پایا۔ اور پھر اپنی اخلاقی قوتوں کو بھی خدا کی راہ پر خرچ کیا یعنی توحید فی تبعیت اخلاق اللہ اختیار کی اور یہ توحید فی تبعیت اخلاق اللہ اس لئے توحید ہے کہ اس سے اپنی صفات سے فنا لازم آتی ہے اور پھر توحید آخری جو توحید حالی ہے یہ ہے کہ نفس کو اخلاق رذیلہ اور ہر ایک خواہش ماسوی اللہ سے پاک کر کے انس اور شوق الٰہی میں مستغرق کریں۔ یہ اس لئے توحید ہے جو اس میں فنا اپنی ذات سے لازم آتی ہے۔ کیونکہ بکلی تزکیہ نفس کا تب ہی ہوتا ہے جب نفس ہی درمیان میں نہ رہے"۔

صیقل زدم آنقدر کہ آئینہ نماند

"یہ توحید کامل دعا اور تضرع سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اپنے وجود اور اپنی خواہشوں سے بکلی منقطع ہو جانا وضع انسان کے برخلاف ہے اس لئے محض اپنے علم اور زور سے اس مہم کو فتح کرنا نہایت درجہ مشکل ہے اور عبودیت خالص بجز اس توحید کے ممکن نہیں اس لئے اس توحید کے حاصل کرنے کے لئے "ایاک نعبد و ایاک نستعین" کی دعا ہے۔ کیونکہ بجز فضل الٰہی کے یہ توحید حاصل نہیں ہو سکتی"۔

"اب خلاصہ یہ ہے کہ توحید تین قسم کی ہے ایک توحید علمی کہ جو تصحیح عقائد سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسری توحید عملی کہ جو قویٰ اخلاقی کو خدا کے راستہ میں محو کرنے سے یعنی فنا فی اخلاق اللہ سے حاصل ہوتی ہے۔ تیسری توحید حالی جو اپنے نفس ہی کا حال اچھا بنانے سے حاصل ہوتی ہے۔ یعنی نفس کو کمال تزکیہ کے مرتبہ تک پہنچانا اور غیراللہ سے صحن قلب کو بالکل خالی کرنا اور نابود اور بے نمود ہو جانا یہ توحید بوجہ کامل تب میسر آتی ہے کہ جب جذبہ الٰہی انسان کو پکڑے اور بالکل اپنے نفس سے نابود کر دے اور بجز فضل الٰہی کے نہ یہ علم سے حاصل ہو سکتی ہے اور نہ عمل سے۔ اسی کے لئے عابدین مخلصین کی زبان پر نعرہ "ایاک نستعین" ہے۔ "والکن اللہ یزکی من یشاء" لیکن جو شخص ظلم صریح اور کذب فاش کو چھوڑ دے اور حتی الوسع واستطاعت تزکیہ نفس میں مجاہدہ کرے اس کو جناب الٰہی سے امیدوار ہونا چاہئے جو اس توحید کے پیالہ کو اس کے نصیب کرے"۔

گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند
ہر قدر اے دل کہ توانی بکوش

(الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء ـ ۴)

.... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فلسفہ اخلاق کا بیان اور بھی طویل ہو سکتا تھا جبکہ میں تمام اخلاقی امراض کو لے کر ان کے فلسفہ علامات اور اسباب اور علاج پر بحث کرتا مگر میرے مدنظر یہ امر نہیں بلکہ مجھے یہ دکھانا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فلسفہ اخلاق میں انبیاء علیہم السلام کے طریق کو اختیار کیا۔ فلاسفروں کا اتباع نہیں کیا اور خداتعالیٰ سے خاص علم پا کر آپ نے ان کو دنیا پر ظاہر کیا۔

دعوت فکر و عمل

آؤ یارو عظمت انسان کی باتیں کریں
محسن انسانیت کی شان کی باتیں کریں
شافع روز جزا حضرت محمد مصطفےٰؐ
آؤ ان کے حسن اور احسان کی باتیں کریں
رحمتہ للعالمیں وجہ نمود کائنات
ان کے جاری چشمہ فیضان کی باتیں کریں
آپ پر اتری خدائے پاک کی کامل کتاب
آؤ فرقان عظیم الشان کی باتیں کریں
معرفت کے پھول کھلتے ہیں انہی کے فیض سے
نکہت گل سنبل و ریحان کی باتیں کریں
کبر و نخوت اور عداوت کے بتوں کو توڑدیں
آپؐ کے احکام اور فرمان کی باتیں کریں
وقف کردیں اپنی ساری عاجزانہ کوششیں
حق کے پھیلانے کے ہم سامان کی باتیں کریں
پرچم حق کو سدا رکھیں گے دنیا میں بلند
ہم نے جو باندھا ہے اس پیمان کی باتیں کریں
یاد ہے ہم کو "الیس اللہ بکاف عبدہ"
اپنے مولا کے ہم اس فرمان کی باتیں کریں
ہم نے خود دیکھا ہے اس کی کبریائی کا ظہور
اس کے فضل و رحم بےپایان کی باتیں کریں
ہم محبت کے چراغوں سے جلائیں گے چراغ
چہرہ گیتی سے دھو ڈالیں گے سب ظلمت کے داغ

(محمد اسمٰعیل نادر قریشی)

NEW AND SECOND-HAND
SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE
CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES
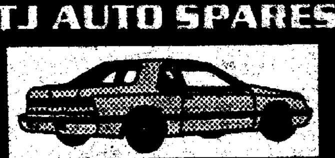
376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

ASIAN AND ENGLISH
JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
1 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LB
061 232 0526

خطبہ جمعہ

تمام دنیا میں جہاں جہاں کثرت سے لوگ احمدیت میں داخل ہوئے ہیں وہاں ان ملکوں میں مرکزی دینی تربیت گاہیں قائم کرنا ضروری ہے جو تمام سال کام کرتی رہیں

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۱۹ اگست ۱۹۹۴ء مطابق ۱۹ ظہور ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (سورہ التوبہ : ۱۲۲)

آج کے خطبے سے پہلے بھی کچھ اعلان ہونے والے ہیں۔ ایک مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ کینیڈا کا ساتواں سالانہ اجتماع آج ۱۹ اگست سے شروع ہو رہا ہے۔ تین دن جاری رہے گا اور ۲۱ اگست کو ختم ہو گا۔ مجلس خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر کا پندرھواں ضلعی سالانہ اجتماع بروز جمعرات سے شروع ہو چکا ہے اور آج اس خطبے کے ساتھ اس کا اختتامی اجلاس ہو رہا ہو گا۔ اس کے علاوہ دو اعلانات پہلے ہونے سے رہ گئے تھے کیونکہ ہمیں بعد میں اطلاع ملی تھی کیونکہ سب کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے اجتماعات کا ذکر آئے جب تک یہ توفیق ہے یہ سلسلہ جاری ہے یہ نام لئے جاتے رہیں گے۔ لجنہ اماء اللہ یو۔ ایس۔ اے کا سالانہ اجتماع ۱۲ تا ۱۴ اگست منعقد ہوا تھا اور مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کوئٹہ کا سالانہ اجتماع ۱۳ اور ۱۴ اگست کو منعقد ہوا۔

یہ آیت کریمہ جس کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ مومنوں کے لئے یہ تو ممکن نہیں کہ سب کے سب تبلیغ اور تربیت کے لئے نکل کھڑے ہوں یعنی تمام مومن اپنے سارے دوسرے کام چھوڑ دیں اور کلیۃً اس روحانی جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں اور ہر طرف دعوت الی اللہ کا کام اس طرح کریں کہ گویا ہر دوسرا کام چھوڑ دیا گیا ہے۔ فرمایا یہ ممکن نہیں ہے لیکن یہ ممکن نہیں تو کچھ تو ممکن ہے وہ کیا ہے۔ فرمایا،
فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ان میں سے ہر گروہ میں کوئی نہ کوئی "طائفہ" یعنی ایک جماعت چھوٹی سی، وہ مدینے کے مرکز میں پہنچتی لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ تا کہ دین سیکھیں وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ یہاں اگرچہ مدینہ پہنچنے کا ذکر نہیں ہے مگر یہ مفہوم میں داخل ہے۔ چنانچہ اس آیت کا آخری حصہ اس کی وضاحت فرما رہا ہے پھر وہ واپس لوٹیں تو دین سیکھنے کا مرکز تو وہی تھا جہاں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے اس لئے چونکہ یہ بات مفہوم میں داخل ہے اسے واضح کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ تو لفظاً یوں بنے گا کہ کیوں ایسا نہ ہوا کہ مومن تمام کے تمام نکل کھڑے ہوتے" فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ پس ایسا کیوں نہ ہوا یا ایسا کیوں نہ ہو کہ ان میں سے ہر ایک جماعت میں سے (فرقہ سے مراد یہاں مذہبی فرقہ نہیں ہے بلکہ قومی فرقہ یا مختلف علاقوں میں رہنے والوں کو جو فرقہ فرقہ بٹے ہوئے ایک جگہ رہتے ہیں یعنی آپس میں تو اکٹھے رہتے ہیں مگر ساری امت مسلمہ یکجا نہیں ہوتی بلکہ مختلف حصوں میں بٹ کر رہتی ہے تو یہاں فرقے سے یہ مراد ہے تو مختلف علاقوں کے رہنے والے مختلف قوموں کے رہنے والے) ان قوموں سے تعلق رکھنے والے کیوں نہ نکلے کہ وہ دین کا علم حاصل کریں۔ تفقہ میں صرف علم نہیں بلکہ اس کا فہم، اس کا ادراک جس حد تک ممکن ہو اور اس کے ساتھ ساتھ تفقہ میں اس کی حکمتیں پانا بھی شامل ہے۔ تو اس طرح علم سیکھیں کہ اس کی حکمتوں سے واقف ہوں، اس کے فلسفہ سے آگاہ ہو جائیں جب اس طرح تیار ہو جائیں تو پھر وہ واپس لوٹیں۔ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ تا کہ وہ اپنی اپنی قوموں کو ڈرائیں جب وہ واپس جائیں تو واپس کہاں سے جائیں۔ کہیں آئے تھے تو واپس جائیں گے۔ تو مراد یہ ہے کہ سب علاقوں سے ایسے دینی مراکز میں لوگوں کا اکٹھے ہونا ضروری ہے جہاں دین کی تعلیم دی جاتی ہے، دین کی حکمتیں سکھائی جاتی ہیں، مسائل سے تفصیل کے ساتھ آگاہ کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ آنے والا استاد بننے کے اہل ہو جاتا ہے۔ یہ استاد کا مفہوم اس میں داخل ہے کیونکہ مقصد ہی استاد تیار کرنا بیان فرمایا گیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ طالبعلم آئیں اور سیکھ کے چلے جائیں اپنے ذاتی فائدے کے لئے مختلف علمی مراکز میں پہنچیں۔ فرمایا کہ اس لئے آئیں کہ واپس جائیں تو اپنی قوم کے معلم بن جائیں اور ان کو دین سکھائیں اور اس ہلاکت سے ڈرائیں جس میں وہ مبتلا ہیں لیکن انہیں ابھی علم نہیں کہ وہ ہلاکت میں مبتلا ہو چکے ہیں " لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ " شاید کہ وہ بچ جائیں۔ اگر ان کو اچھی طرح سمجھایا جائے کہ بات کیا ہے تو ان کے لئے امکان پیدا ہو گا کہ وہ بچ جائیں۔ یہ وہ دور ہے جب کے کثرت کے ساتھ لوگ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے اور یہ ممکن نہیں تھا کہ مرکزی معلمین ہر جگہ پہنچ کر ان کی تربیت کر سکتے، ان کو دین سکھا سکتے اور مسائل سمجھا سکتے۔ ایسی صورت حال کا حل یہ پیش فرمایا گیا ہے اور آج جماعت احمدیہ بعینہٖ اس دور سے گزر رہی ہے۔ اس کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انعامات کے پھلوں کی بارش ہو رہی ہے کہ انہیں سنبھالنا ایک بہت بڑا کام ہے اور وہ پھل جو سنبھالا نہ جائے وہ ضائع ہو جایا کرتا ہے۔ پس اب یہ فکر کا دور ہے اور اس فکر کا حل قرآن کریم نے چودہ سو برس پہلے سے ہمیں بتا رکھا ہے۔ تمام دنیا میں جہاں جہاں کثرت سے لوگ احمدیت میں داخل ہوئے ہیں وہاں ان ملکوں میں مرکزی دینی تربیت گاہیں قائم کرنا ضروری ہے جو تمام سال کام کرتی رہیں۔

گذشتہ سال میں نے نصیحت کی تھی کہ پہلے تین مہینے آنے والوں کی تربیت کے لئے وقف کریں لیکن جب میں نے قرآن کریم کے اس مضمون پر دوبارہ غور کیا تو مجھے یہ سمجھ آئی کہ یہاں دو تین مہینے کی بات نہیں بلکہ ایک دائمی جاری و ساری نظام کا ذکر ہے جو ایک دفعہ جاری ہو گا تو رکے گا نہیں اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ پس تربیتی کلاسز جن کا انعقاد ہوتا ہے اور جو لوگ چاہتے ہیں کہ ان کا ذکر بھی چلے ان کو میں سمجھا رہا ہوں کہ ہر ملک میں ایک دائمی جاری رہنے والی تربیتی کلاس کا انتظام کرنے کی قرآن نے ضرورت بیان فرمائی ہے اور قرآن جب ضرورت بیان فرماتا ہے تو وہ لازماً ضرورت حقہ ہوتی ہے وہ ایسی ضرورت ہوتی ہے کہ اسے نظر انداز کیا جائے تو یقیناً شدید نقصان پہنچتا ہے۔ پس اب تربیت اور تبلیغ کے کام الگ الگ نہیں رہے بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ مدغم ہو چکے ہیں اور قرآن کریم کی اسی آیت نے اس مضمون کو بھی کھول کر بیان فرما دیا وہ تربیت حاصل کریں گے دین کو اچھی طرح سمجھیں گے، دین میں ان کو استحکام نصیب ہو گا اور پھر بہترین داعی الی اللہ بننے کے لئے واپس لوٹیں گے یا داعی الی اللہ بن کر واپس لوٹیں گے تو تربیت اور تبلیغ کو الگ الگ، ایک دوسرے سے جدا دو مضامین کے طور پر پیش نہیں فرمایا بلکہ دونوں کو ایک دوسرے میں مدغم کر دیا ہے۔ تربیت کرنے والوں کو سمجھایا کہ انہوں نے قبول تو کر لیا مگر ہو سکتا ہے دین ان میں پوری طرح جذب نہ ہوا ہو یا وہ دین میں پوری طرح ڈوبے نہ ہوں۔ پس تفقہ کا ذکر فرمایا "لِيُعَلِّمُوْا" نہیں فرمایا کہ سکھائیں ان کو وَلِيَتَعَلَّمُوْا نہیں فرمایا کہ وہ سیکھیں بلکہ یتفقھوا کا مطلب ہے وہ دین کی حقیقت کو سمجھ جائیں اس غرض سے اکٹھے ہوں اس کی حکمتوں کو جان لیں، اس کے مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ اس کے بعد پھر ان کے متعلق شیطان کے لئے ممکن نہیں رہے گا کہ وہ ان کو پھسلا سکے۔ پس حقیقت میں جو فہم اور ادراک کا استحکام ہے اس سے بڑا کوئی استحکام نہیں۔ عروہ وثقی پر ہاتھ ڈالنا کہ پھر وہ کبھی اس سے جدا نہ ہو سکے یہ رشد و ہدایت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ایسی واضح رشد و ہدایت کہ کھرے کھوٹے میں

پوری طرح تمیز ہو چکی ہو اس کے بعد ایسے شخص کو کوئی پھسلا سکتا ہی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ کوششیں ہونگی اور ہو رہی ہیں کہ جماعت احمدیہ کے متعلق یک طرفہ غلط فہمیاں پھیلائی جائیں مگر وہ لوگ جو دینی مراکز میں جاکر تفقہ حاصل کر چکے ہوں وہ شیطان کی حد استطاعت سے باہر چلے جاتے ہیں۔ شیطان کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ انہیں پھسلا سکے کیونکہ وہ اس حد تک سیکھ چکے ہیں کہ جب واپس جاتے ہیں " وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ " وہ تو اب منذر بن کے، نذیر بن کے واپس جا رہے ہیں تو وہ تو لوگوں کو ڈرانے کی صلاحیت حاصل کر کے واپس جا رہے ہیں ان کو کوئی کس چیز سے ڈرا سکتا ہے۔

> **قوم کو بچانے کے لئے یہ تبشیر کا ایک خاص پہلو ہے کہ اس کو بچانے کے لئے ڈرایا جاتا ہے اور جب وہ ڈر جاتے ہیں تو پھر اس خوف میں سے بشارت نکلتی ہے۔ اس پہلو سے نذیر بننے کے دن آ چکے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنی قوم کو اور ہر جگہ خصوصیت سے ان علماء کو ڈرائیں جنہوں نے فتنوں کی حد کر دی ہے**

پس تفقہ سے مراد ایسا تفقہ ہے کہ دین میں اتنا گہرا استحکام ہو جائے اور مسائل اس طرح دلوں میں اتر چکے ہوں کہ اس کے بعد ان کے دلوں میں ولولہ پیدا ہو کہ کاش ہم واپس جائیں اور اپنی قوم کو بتائیں کہ ہم کیا دیکھ آئے ہیں اور تم کن باتوں سے محروم ہو اور اگر اسی طرح تم اسی حالت میں زندگی بسر کرتے رہے تو تمہارے لئے ہلاکت یقینی ہے، یہ انداز ہے، اور یہ عجیب بات ہے کہ یہاں تبشیر کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ تبلیغ کے لئے زیادہ تر تبشیر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس ضمن میں میں ایک دفعہ پہلے بھی جماعت کو متوجہ کر چکا ہوں کہ ہمارے ہاں تبشیر کہتے کہتے انذار کا تصور دماغ سے نکل ہی گیا ہے حالانکہ قرآن کریم ہر جگہ بشیراً و نذیراً، بشیراً و نذیراً کہتا جاتا ہے اور مبشراً و نذیراً بیان فرماتا ہے۔ اور دونوں کو اس طرح اکٹھا کرتا ہے جس طرح مکے مدینے، مکے مدینے لوگ کہتے ہیں ان کو یہ بھی نہیں پتہ کہ دونوں کا فاصلہ کتنا ہے۔ لیکن ہمارے ملکوں میں لفظ مکے کے ساتھ مدینہ خود بخود منہ سے نکل جاتا ہے تو بشیر اور نذیر کو اس طرح جوڑ جوڑ کر بیان فرمایا ہے کہ اس میں تو فاصلہ بھی کوئی نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بشیر وہی ہے جو نذیر بھی ہو اور یہ دونوں اس طرح ایک دوسرے کے سامنے پول بنے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کے سامنے قوتوں کے مرکز بنے ہوئے ہیں کہ ایک کو ہٹاؤ تو دوسرا ہٹ جائے گا۔ کوئی ماں تربیت نہیں کر سکتی اپنے بچے کی اگر وہ مبشرہ ہی ہو اور نذیرہ نہ بنے۔ کوئی باپ اپنے بچے کی تربیت نہیں کر سکتا اگر وہ نذیر ہی بنا رہے اور مبشر نہ ہو۔ تو اس طرف دھیان چاہئے۔ خدا تعالیٰ نے یونہی تو نہیں بے وجہ بار بار بشیر نذیر، بشیر نذیر کہہ کہہ کر سارے قرآن میں ان دو تصورات کو ایسا باندھ دیا کہ ایک دوسرے سے جدا ہو ہی نہیں سکتا۔ شاذ کے طور پر بعض ایسے محل پہ جہاں تبشیر کے مضمون کا ذکر اقتضائے حال کے مطابق نہیں تھا جہاں نذیر کا لفظ ضروری تھا وہاں نذیر کو اکیلا بیان فرمایا گیا ہے بعض دوسرے مواقع پر جہاں وقت کا تقاضا تھا کہ وہاں صرف بشارت کا مضمون بیان ہو وہاں بشیر کا ذکر فرمایا گیا۔ لیکن بالعموم بشیر اور نذیر دونوں کو آپس میں ایک دوسرے سے ایسے رشتے میں باندھا گیا ہے کہ وہ ٹوٹ نہیں سکتا ایک تصور کے ساتھ دوسرا از خود ابھرتا ہے۔ تو میں جماعت کو پہلے بھی توجہ دلا چکا ہوں کہ آپ بشیر ہی بنے رہیں گے یا نذیر بھی بنیں گے ساتھ۔ اور بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں جب نذیر کا دور چلتا ہے اور بشیر سے بڑھ کر نذیر بننا پڑتا ہے ورنہ قوم بچ نہیں سکتی۔ اسی لئے جلسہ سالانہ میں میں نے کہا گیارھواں سال ہونے کو آیا بشیر بنتے بنتے اب کچھ نذیر بھی تو بنو۔ کچھ ان کو بتاؤ کہ ہماری دعائیں کیا اثر رکھتی ہیں اور تمہیں ہلاکت سے جن چیزوں نے بچا رکھا تھا ان میں ہماری دعائیں بھی شامل تھیں۔ اگر یہ پردہ اٹھا تو تم میں جو بد بخت ہیں وہ ضرور سزا پائیں گے اور بدنصیبی ہوگی کہ ان کے ساتھ قوم بھی ڈوب جائے۔

پس قوم کو بچانے کے لئے یہ تبشیر کا ایک خاص پہلو ہے کہ اس کو بچانے کے لئے ڈرایا جاتا ہے اور جب وہ ڈر جاتے ہیں تو پھر اس خوف میں سے بشارت نکلتی ہے۔ آپ کسی کو بتائیں کہ اس رستے پر ڈاکو پڑتے ہیں، یہاں سانپ بچھو ہیں یا مہلک جانور ہیں تو بظاہر تو یہ ڈرانا ہے لیکن ایسا ڈرانا کہ اگر اس کے فائدے اٹھائیں تو اس میں بشارت مضمر ہے خود بخود اس کی کوکھ سے خوشی نکلتی ہے اور اسی کا نام بشارت ہے۔ چنانچہ جب کوئی واقعہ ہو جائے مثلاً آپ کہتے ہیں کہ یہ بس خطرناک ہے یہ ڈرائیور بڑا خطرناک ہے اس پر نہ بیٹھو اور کوئی نہیں بیٹھتا اور اس بس کو حادثہ پیش آ جاتا ہے تو دیکھیں کتنی مدت گھروں میں باتیں ہوتی ہیں کہ دیکھو اللہ نے کیسا بچایا عین وقت پر ہمیں تنبیہ کر دی گئی اور ہم بچ گئے تو ایک وقت کا ڈرانا عمر بھر کی خوش خبری بن جایا کرتا ہے۔ تو نذیر کے اندر بھی تبشیر کا مضمون داخل ہے پس اس پہلو سے نذیر بننے کے دن آ چکے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنی قوم کو اور ہر جگہ خصوصیت سے ان علماء کو ڈرائیں جنہوں نے فتنوں کی حد کر دی ہے، ہر حد سے تجاوز کر چکے ہیں پوری طرح بے حیا ہو چکے ہیں، جانتے ہیں کہ جھوٹ ہے بولے چلے جاتے ہیں ان میں سے ہر ایک ایسا ہے اگر ہر ایک نہیں تو بھاری اکثریت ایسی ہوگی کہ اگر ان کو خدا کا خوف دلا کر اپنے بچوں کی قسم دی جائے اور کہا جائے کہ بتاؤ کیا جماعت احمدیہ یہی عقیدہ ہے کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" میں محمد رسول اللہ سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں تو مجھے یقین ہے کہ اکثر ان میں سے قسمیں نہیں کھائیں گے۔ جب ان کو مباہلے کے چیلنج دیئے گئے تھے تو سارے بہانے کر کے دوڑ گئے تھے کیونکہ وہ ایسی ہی باتیں تھیں جو بیان کی گئی تھیں۔ میں نے ان کو بتایا کہ تم کہتے ہو فلاں تحریر سے یہ نکلتا ہے۔ فلاں تحریر سے یہ نکلتا ہے، میاں بشیر احمد صاحب نے یہ تحریر لکھی جس کا یہ مطلب نکلتا ہے، حضرت مصلح موعود نے یہ کتاب لکھی اس کا یہ مطلب نکلتا ہے۔ ہزار جھوٹے مطالب نکال کر جو جماعت احمدیہ کے عقائد کے برخلاف ہیں اور ایک بھی احمدی ان تحریروں سے وہ مطلب نہیں نکالتا، نہ ان مطالب پر ایمان رکھتا ہے۔ اگر تم واقعۃً خدا کے حضور سچے ہو اور کہتے ہو کہ ہاں یہی سچ ہے جو ہم کہہ رہے ہیں اور ہر احمدی کا یہ عقیدہ ہے تو پھر میں مباہلے کے لئے تمہیں بلاتا ہوں اسی بات پر مباہلہ کر لو۔ دیکھو کیسے کیسے بہانوں سے فرار کئے۔ فلاں جگہ پہنچو اور فلاں جگہ آؤ اور ایسی شرطیں باندھیں کہ جانتے تھے کہ یہ شرطیں نامعقول ہیں اور نہ ان کو کوئی پورا کرے گا اور اگر کرتے بھی تو انہوں نے دوڑ جانا تھا وہاں سے۔ پس یہ حالت ہے ان کے نفس ان کو مجرم بنائے ہوئے ہیں ان کے نفس ان کو بتاتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو اور ساری دنیا اب یہ کہنے لگ گئی ہے۔ پاکستان سے جو لوگ آ رہے ہیں کئی دفعہ ان سے بات ہوئی تو وہ کہتے ہیں کہ پہلے تو اس طرح کھل کر لوگ نہیں کہا کرتے تھے مگر اب ایک ایسا دور آ گیا ہے کہ جب عام مجالس میں یہ باتیں ہو رہی ہیں کہ مولوی جھوٹا ہے اور احمدی سچے ہیں۔

ایک ایسے غیر احمدی نے جو اونچے طبقے میں پھرنے والے ہیں انہوں نے بیان کیا اپنے ایک عزیز دوست سے جس نے مجھے یہ روایت پہنچائی۔ اس نے کہا کسی جگہ بات ہو رہی تھے تو ایک صاحب جو کافی بارسوخ تھے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا سچی بات یہ ہے کہ اگر مسلمان ہے تو احمدی ہے باقی سب جھوٹ ہے۔ محض ڈھکوسلے ہیں۔ مولویوں نے فساد بنائے ہوئے ہیں اسلام کہیں نہیں ہے ان کے پاس۔ اگر اسلام ہے تو احمدیت میں ہے تو وہ دور آ چکا ہے جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام کے مطابق راؤں نے تبدیل ہونا تھا اور آسمان سے رائیں تبدیل کرنے کی ہوائیں چل چکی ہیں۔ پس یہ وہ دور ہے کہ ان شریروں کو جو باز نہیں آ رہے بتایا جائے کہ اب اگر تم اس حرکت سے باز نہیں آؤ گے تو تمہارے لئے ہلاکت ہے اور یہ انذار کرنے والے پرانوں ہی میں سے نہیں نیئوں میں سے پیدا ہوں۔ یہ جو دور ہے یہ ایک لحاظ سے تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آج کے حالات پر صادق آ ہی رہا ہے مگر قرآن کریم کی جو آیت میں نے پڑھی ہے اس کا مضمون زیادہ وسیع ہے۔ قرآن کریم یہ بتا رہا ہے کہ ایسے دور آتے ہیں جب کہ کثرت سے لوگ حق کو قبول کرنے لگے جاتے ہیں اور جب وہ کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں خطرات پیدا ہوتے ہیں ان خطرات میں سے سب سے پہلے یہ خطرہ ہے کہ ان لوگوں کو حق قبول کرنے کے بعد کوئی بہکانے کی کوشش نہ کرے اور یہ جو سلسلہ چل پڑا ہے اس کا رخ نہ بدل جائے۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ اس عظیم دور کا رخ ہمیشہ ترقیات کی سمت جاری رہے تو قرآن کریم فرما رہا ہے کہ ضروری ہے کہ ان سب نئے آنے والوں کو ایسے مراکز میں بلاؤ جہاں دین کی تربیت دی جا رہی ہو۔ تفقہ فی الدین ہو اور اس حد تک ان کو دین کے مسائل سے آگاہ کرو، اس کی حکمتوں سے آگاہ کر دو کہ ان کے دل میں ایک ولولہ پیدا ہو جائے وہ محض مصنوعی طور پر ایک طالبعلم کے طور پر نہ بیٹھے رہیں، ان کے دل میں یہ جوش اٹھے کہ

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

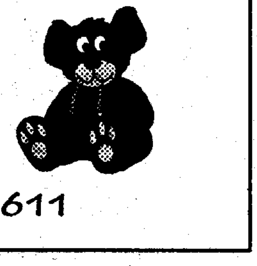

TELEPHONE
081 478 6464 & 081 553 3611

اب تو ہمیں استاد بننا چاہئے کہ جلدی واپس جائیں اور اپنی قوم کو ڈرائیں کہ وقت آ گیا ہے۔ جب قبولیت کی ہوا چلتی ہے تو انکار کرنے والوں کی پکڑ کے دن بھی آیا کرتے ہیں یہ بھی بشیرو نذیرا کا ایک مضمون ہے جس کو تاریخ ثابت کرتی ہے۔ پس یہ دور ہے جس میں ہم داخل ہوئے ہیں۔ بشارت کے نتیجے میں جو چلے آئیں گے وہ بچائے جائیں گے۔ جو بشارت کے دور میں بھی ہوائیں چلنے کے باوجود رکیں گے ان کی سزا کا وقت آ گیا ہے۔ پس یہی لوگ جنہوں نے بشارت کے نتیجے میں حق کو قبول کیا ان کی ایسی تربیت کرو، ان کے دلوں میں ایسے ولولے بھر دو کہ بے چین ہو ہو کر واپس لوٹیں کہ ہم جا کر اپنی قوم کو بھی یہ خبر دیں اور یہ بات ایسی سچی ہے کہ بارہا میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اس کو پورا ہوتے دیکھا ہے۔ ربوہ کے جلسوں کے دوران بھی اور اب بھی بسا اوقات ایسے آدمی جو بہت دور سے سفر کر کے پہلی دفعہ جلسوں میں شرکت کے لئے آئے جب ان سے میں نے تاثر پوچھا تو بالکل اس آیت کے مصداق تاثر تھا۔ ایک نے کہا کہ اب تو میرا دل چاہتا ہے کہ جلدی واپس جاؤں ۔ میں نے کہا کیوں اتنی جلدی کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہماری قوم جو محروم بیٹھی ہے میں جا کر بتاؤں تو سہی کہ کیا دیکھ کے آیا ہوں اور کن چیزوں سے وہ محروم ہے۔ پس "لِیُنۡذِرُوۡا قَوۡمَہُمۡ" میں یہ مفہوم ہے جو بار بار ہم اپنی آنکھوں کے سامنے حقیقتاً پورا ہوتے بھی دیکھتے ہیں۔

> تفقہ سے مراد ایسا تفقہ ہے کہ دین میں اتنا گہرا استحکام ہو جائے اور مسائل اس طرح دلوں میں اتر چکے ہوں کہ اس کے بعد ان کے دلوں میں ولولہ پیدا ہو کہ کاش ہم واپس جائیں اور اپنی قوم کو بتائیں کہ ہم کیا دیکھ آئے ہیں اور تم کن باتوں سے محروم ہو

پس تمام دنیا میں تمام جماعتیں ایسے مستقل مراکز قائم کر دیں جہاں نئے آنے والوں کے کچھ کچھ نمائندہ سارا سال تربیت پاتے رہیں۔ لمبے تربیتی پروگرام نہیں بنانے ۔ سر دست چھوٹے چھوٹے بنانے ہیں مگر ایسے بنانے ہیں کہ تفقہ کا حق ادا ہو جائے۔ مثلاً موٹے مسائل میں سے ایک وفات مسیح کا مسئلہ ہے اس مسئلے کو اگر سمجھا دیا جائے تو اس کی اہمیت بھی خوب ابھر کر روشن ہو کر آنکھوں کے سامنے آتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں وفات مسیح سے کیا فرق پڑتا ہے مرے عیسیٰ زندہ رہے اب تو یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ کہتے ہیں ٹھیک ہے مر گیا تو مر گیا زندہ ہے تو زندہ ہے ہمیں کیا۔ کہ تمہیں کیوں نہیں۔ تمہاری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے عیسیٰ کی زندگی اور موت کا نہیں امت محمدیہ کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بارہا کھول کھول کر یہ بات واضح فرمائی کہ وہ امت ہلاک نہیں ہو سکتی جس کے آخر پر مسیح ابن مریم ہو گا۔ ایک موقع پر فرمایا جس کے اول میں میں ہوں اور آخر پر مسیح ابن مریم۔ اور ان لفظوں میں نہیں مگر اس مفہوم کو بار بار اس شدت اور اس زور کے ساتھ بیان فرمایا کہ سوائے اس کے کہ کسی کا نفس مجرم ہو چکا ہو اور کہے میں نے نہیں ماننا۔ حضرت عیسیٰ کے آنے کے عقیدے سے کوئی شخص بھی جو حقیقتاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیش گوئیوں کا احترام اپنے دل میں رکھتا ہے انکار نہیں کر سکتا، ناممکن ہے۔ جو بھاگتے ہیں ان کے لئے چارہ ہی کوئی نہیں بے چاروں کے لئے اتنا خوف ہے کہ یہ اگر مان لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات تو جماعت کو ماننا پڑے گا، مسیح موعود کی صداقت ماننا پڑے گی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چھوڑ جاتے ہیں۔ اس حد تک ان کے دلوں میں بغض بڑھ چکے ہیں اور اصل خوف کی وجہ یہی ہے ورنہ وفات مسیح کے عقیدہ سے بذات خود نفرت نہیں رکھتے تھے یہ لوگ۔

اب صورت حال یہ ہے کہ جوں جوں وقت گزر رہا ہے اس عقیدے کو دوبارہ کھول کر پیش کر کے اس کی حکمتیں بیان کرنا ضروری ہے اور تفقہ اس سلسلے میں یہ ہو گا کہ ہر آنے والے کو سمجھایا جائے کہ تم نے کیا عقیدہ چھوڑا ہے کیا قبول کیا ہے۔ باقی مسلمان یہ مانتے ہیں اور تم یہ ماننے لگے ہو۔ ان کے وہ ماننے کے بد نتائج کیا ہیں اور تمہارے یہ ماننے کے اچھے نتائج کیا ہیں اور اگر اس بات کو قوم نہیں سمجھے گی تو ہلاک ہو جائے گی کیونکہ جو بچانے والا تھا وہ تو آ بھی چکا اور اگر اس حال میں گزر گیا کہ تمہاری زندگیاں ختم ہوئیں اور تم نے اس کو نہ پہچانا تو تمہاری ہلاکت یقینی ہے اور لفظ ہلاکت خواہ کیسا ہی تکلیف دہ دکھائی دے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہی لفظ استعمال فرمایا ہے۔ "کَیۡفَ تَھۡلِکُ ھٰذِہِ الۡاُمَّۃُ" کس طرح ہلاک ہو گی یہ امت "اَنَا اَوَّلُھَا وَالۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ آخِرُھَا"، اول پہ میں کھڑا ہوں اور آخر پہ مسیح آنے والا ہے یہ کیسے ہلاک ہو سکتی ہے اور اگر نہ آیا آخر پر تو ہلاک ہو جائے گی اور آیا اور نہ پہچانا گیا تب بھی ہلاک ہو جائے گی۔ تو زندگی اور موت تو بظاہر عیسیٰ کی ہے مگر حقیقت میں امت مسلمہ کے آخری دور کی زندگی اور موت کی بحث چل رہی ہے انہیں یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ ہوش کے ناخن لو عقل سے کام لو مسیح کی اہمیت کو پہلے سمجھو اگر تم اس عقیدے پر قائم رہے کہ مسیح وفات نہیں پا چکے زندہ آسمان پر بیٹھے ہوئے ہیں تو پھر تمہارے لئے لازم ہے کہ دعائیں کرو کہ جلد خدا ان کو آسمان سے اتارے اور اس کی اہمیت لوگوں کے سامنے بیان کرو۔

علماء کو جب میں نے چند سال پہلے یہ کہا تو ایک مولوی نے بھی یہ اعلان نہیں کیا۔ اس طرح یہ بھاگتے ہیں مباہلوں سے بھی بھاگتے ہیں، حقیقی سچے استدلال سے بھی بھاگتے ہیں۔ میں نے کھلے عام مولویوں کو جلسے پر دعوت دی تھی کہ دیکھو تم سارے اصرار کر رہے ہو اور کتابیں لکھ رہے ہو کہ مسیح فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ جسم سمیت آسمان پر چڑھایا گیا۔ وہاں اپنے دوبارہ اترنے کا انتظار کر رہا ہے اور امت محمدیہ کو یہ خوش خبری دے رہے ہو اپنی طرف سے کہ وہ ضرور آئے گا اور جب وہ آئے گا تو یہ سارے جھوٹے ادیان جو دعویدار بنے پھرتے ہیں یہ سب باطل ہو جائیں گے اور صفحہ ہستی سے مٹا دئے جائیں گے اور مسلمانوں کے سارے درد دور ہو جائیں گے، ساری مصیبتیں دور ہو جائیں گی اور سارے مسائل حل ہو جائیں گے اور مسیح ہی سے ہماری آخری زمانے کی بقا ہے اور اس کے آنے کے نتیجے میں ہم دوبارہ زندگی کے سانس لینے لگیں گے۔ یہ ہے کھلی کھلی تعلیم۔ تو میں نے ان کو سمجھایا، میں نے کہا یہ بات سچی ہے نا تم جانتے ہو۔ یہ تو میں تمہاری طرف کوئی جھوٹ منسوب نہیں کر رہا اور اگر سچی ہے تو اتنی اہم ہے کہ ضرورت ہے کہ سب دنیا کو بتاؤ یہ نئی تحریکات کیا چلا رہے ہو اس بگڑے ہوئے دور میں اگر وہ تریاق نہ آیا جس سے بیمار نے بچنا ہے تو تمہاری ساری کوششیں بے کار جائیں گی اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر یہ بیمار مر جائیں گے۔ یہ حضرت محمد رسول اللہؐ کا پیغام ہے تمہارے نام۔ میری بات نہیں مانتے اس پیغام کو تو عزت کی نگاہ سے دیکھو۔ آنحضورؐ فرما رہے ہیں کہ اس آخری زمانے کا مسلمانوں کی بیماریوں کا تریاق مسیح ہے۔ وہ نازل ہو گا تو یہ بیماریاں دور ہونگی ورنہ نہیں ہونگی تو کیوں نہیں بتاتے کہ مودودی جھوٹے ہیں۔ کیوں نہیں بتاتے کہ منہاج القرآن کی تحریکات اور ایک نام اور دوسرے نام کی تحریکات یہ ساری لغو باتیں ہیں بے معنی باتیں ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی کی کوششیں محض ڈالروں کو آگ لگانے والی بات ہے۔ کچھ نہیں بنے گا ان سے جب تک مسیح نہیں اترے گا۔ اگر یہ جھوٹ ہے نعوذ باللہ من ذلک اور تم یہ جھوٹ سمجھتے ہو تو محمد رسول اللہؐ سے اپنا رشتہ توڑ لو کیونکہ آپؐ نے فرمایا ہے۔ نہ مسیح موعود نے نہ میں نے۔ یہ محمد رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ آخری زمانے میں تمہارے بچنے کا دارو مسیح کے ہاتھ میں ہے اس کے سوا کہیں نہیں ہے۔ اتنی اچھی طرح سمجھا کر بات بتا کر میں نے ان سے اپیل کی کہ اب آسمان سے اتارنا تو تمہارے بس میں نہیں ہے تم سے اڑھائی گز کی چھلانگ بھی نہیں ماری جاتی۔ آسمان پر کہاں پہنچو گے اور یہ بھی نہیں پتہ کہ وہ کس ستارے میں بیٹھا ہوا ہے اور ہر ستارہ اتنی دور ہے کہ اگر تم روشنی کے کندھوں پر بیٹھ کر ان ستاروں کی طرف سفر اختیار کرو تو لاکھ لاکھ سال تک سفر کرتے رہو تب بھی وہاں نہیں پہنچو گے کیوں کہ زمین کے اکثر ستارے ہم سے ان سے بھی زیادہ دور ہیں۔ تو کہیں تو ہے نا آخر اور تم کہتے ہو اور تم سچے ہو کہ مسیح کسی ستارے میں کہیں چھپ کر بیٹھا ہوا ہے اب یہ نہیں پتہ Dark Matter میں ہے یا Light Matter میں ہے کہاں ہے؟ تو اول تو پاکستان کے سائنس دانوں کو، سعودی عرب کے سائنس دانوں کو اتنے بڑے مسئلے میں تحقیق کرنی چاہئے۔ کیسی ظالمانہ بات ہے سچ مانتے ہیں اور ایسا سلوک کرتے ہیں جیسے جھوٹی کہانی ہو۔ یہ امر واقعہ ہے یہ کھول کھول کر میں نے بات اس لئے سمجھائی کہ ان کے دلوں کا جھوٹ خود ان کے سامنے کھل کر باہر آ جائے۔ عقیدہ وہی ہے جو میں بتا چکا ہوں اور اس سے سلوک وہ ہے جیسے جنوں بھوتوں کی کہانیوں سے سلوک ہوتا ہے۔ ہو تو تب کیا نہ ہو تب کیا۔ ہمیں کیا فرق پڑتا ہے۔ تو صاف پتہ چلتا ہے کہ ہر مولوی کا دل گواہ ہے کہ سب جھوٹی کہانی ہے جس میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں یوں نہیں ہو گا اور اگر سچی ہے تو پھر فکر کیوں نہیں کرتے۔ گنجے سر کے علاج کے لئے تو لوگ اتنا خرچ کر دیتے ہیں اور اتنا روپیہ برباد کیا جاتا ہے۔ معمولی معمولی بیماریوں کی تحقیق پر اتنا روپیہ خرچ ہو جاتا ہے۔ ساری امت مسلمہ کی روحانی بیماری کا مسئلہ ہے اسے ٹھیک کرنے کے لئے جو معالج مقرر ہے وہ دیر کر رہا ہے، نسلوں کے بعد نسلیں مر رہی ہیں۔ تم دوسرے تریاق ڈھونڈتے پھرتے ہو۔ جانتے ہو کہ اصدق

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

الصادقین نے فرمایا ہے کہ کوئی انسانی تریاق کام نہیں دے گا جب تک آسمان سے یہ اترنے والا نہیں اترے گا اس وقت تک یہ امت بچائی نہیں جا سکتی اور پھر فکر نہیں کرتے۔

تمام دنیا میں جماعتیں ایسے مستقل مراکز قائم کریں جہاں نئے آنے والوں کے کچھ کچھ نمائندے سارا سال تربیت پاتے رہیں۔ لمبے تربیتی پروگرام نہیں بنانے۔ سردست چھوٹے چھوٹے بنانے ہیں مگر ایسے بنانے ہیں کہ تفقہ کا حق ادا ہو جائے

تو میں نے سمجھایا، میں نے کہا دیکھو اور کچھ نہیں تو دعا کرو اور جب دعا کرو تو دجال کو نہ بھولنا۔ کیونکہ مسیح سے پہلے دجال کا ذکر ہے تمہیں تو دجال ہی نظر نہیں آیا۔ تم نے مسیح کو کہاں سے دیکھ لینا تھا۔ دجال کا ذکر ہے اور دجال کے متعلق فرمایا ہے کہ ایسا ہوگا، ایسا ہوگا اور اتنا لمبے قد کا، ایک آنکھ والا یعنی دائیں آنکھ اس کی کانی اور بائیں آنکھ روشن۔ وہ لمبی تفصیلات ہیں جو میں بارہا آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں، کھول کر بیان کیں، علماء کو بتایا کہ دیکھو یہ دجال مسیح سے پہلے آنا ہے پھر مسیح آئے گا۔ تو مسیح کی فکر ہے تو دجال کی فکر کرو پہلے۔ اور دجال آئے گا تو اس نے سوار کس پر ہونا ہے گدھے پر سوار ہونا ہے اور ایسے گدھے پر جس کے دو کانوں کے درمیان ستر ہاتھ کا فاصلہ ہے۔ جس کا قد اتنا اونچا ہے کہ وہ Cloud Line جس کو کہتے ہیں اس سے بھی وہ اوپر ہے اور اس کی رفتار ایسی ہے کہ وہ ہوائی جہازوں کو مات کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں مشرق سے قدم اٹھائے گا وہ گدھا۔ ایک پاؤں مشرق میں تو دوسرا مغرب میں Land کرے گا۔ جس طرح ہوائی جہاز چلتے ہیں روزانہ مشرق سے اٹھتے ہیں اور مغرب میں لینڈ کر رہے ہوتے ہیں وہی نقشہ ہے۔ مگر جس کو دکھائی نہ دے ان کو میں بتا رہا ہوں۔ دجال کی تو آنکھ کانی ہوئی چلو، تمہاری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے تمہیں کیوں نہیں دکھائی دیتا۔ لیکن نہیں دیتا تو پھر دعا کرو، دہائی ڈالو، شور مچاؤ، اندھے بے چارے نہیں چل سکتے تو پوچھتے تو ہیں نا کہ آؤ بھئی ہمیں رستہ دکھاؤ تو یہ بھی نہیں کر رہے۔ دہائیاں دو خدا کے حضور گریہ و زاری کرو اور قوم کو متوجہ کرو۔ قوم کو کہو دیکھو تم مر رہے ہو اور مرتے چلے جاؤ گے کوئی اور طاقت تمہیں بچا نہیں سکتی ہم جھوٹ بولتے تھے اگر ہم کہتے تھے کہ ہمارے پاس آؤ ہم تمہیں بچا لیں گے۔ ختم النبیین والے مولوی بنے ہوئے ہیں ان کو اعلان کرنا چاہئے تھا کہ ہماری توبہ، ہم کون ہوتے ہیں تمہیں ان کے حملوں سے بچانے کے لئے جن کو ہم سمجھتے ہیں کہ خاتم النبیین پر حملہ ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ اگر بچانے والا ہے تو آسمان پر بیٹھا ہوا ہے پہلے اس کو اتارو ساری قوم گریہ وزاری کرے، صدقے دے، دعائیں کرے، اور دعاؤں کا مضمون گدھے سے شروع ہوگا۔ یہ دعا کرے اے اللہ وہ گدھا تو پیدا کر دے جس کی پیٹھ پر سوار ہو کر دجال نے سفر کرنے ہیں تاکہ اگر ہمارا داؤ چلے تو گدھا ہی مار دیں۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری اور دجال سے دنیا کا پیچھا چھڑائیں مگر خیر اگر یہ مقدر نہیں ہے تو گدھا پیدا تو کر۔ وہ آگ کھا کے چلے اور اتنے لمبے لمبے سفر کرے اور وہ پیٹھ پر گندم کے پہاڑ لاد کر غریب قوموں کی مدد کے لئے نکلے۔ یہ اب کچھ نظر نہیں ان کو آ رہا۔ ابھی سب ہونا ہے تو پھر واویلا کریں کہ اے خدا اس گدھے کو پیدا کر جس کے بعد پھر دجال آئے وہ سواری کرے پھر ہمیں خوب مارے یہاں تک کہ ہم سب مٹ جائیں صرف ستر ہزار باقی رہ جائیں اور ان کے ناکوں میں بھی دھواں چلا جائے دجال کا۔ جب یہ سب کچھ ہو جائے تو پھر ہم کہیں گے اے خدا مسیح کو اتار۔ تو سب کچھ تو ہونے والا پڑا ہوا ہے۔ تمہیں ہوش ہی کوئی نہیں مسیح کے لئے دعائیں نہیں کر رہے اس لئے سارے جھگڑے ایک طرف چھوڑو اور مسیح کو پکارو آسمان سے اور مسیح کے آنے کی تیاری کرو یعنی گدھا مانگو، دجال مانگو اور پھر ان کی ہلاکت کی دعائیں کرو گے تو وہ مریں گے جب پیدا ہی نہیں ہوئے انہوں نے مر کہاں سے جانا ہے بیچاروں نے یہ مضمون سمجھایا تھا اور جب غیر احمدی مجالس میں آیا کرتے تھے اور مجھ سے باتیں سنتے تھے تو ہنس پڑتے تھے۔ میں حیران ہو کے ان کو دیکھتا تھا، اتنا سنجیدہ عقیدہ میں بیان کر رہا ہوں یہ ہنس رہے ہیں۔ بعض لوگ قہقہے مارنے لگ جاتے تھے پھر جاتے اسی مولوی کے پاس ہیں جو خدا تعالیٰ کی بیان کردہ حکمتوں کا یہ حلیہ بگاڑ کے رکھ دیتے ہیں اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے تو قہقہے مارتے ہیں، ہنستے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں لیکن ان مولویوں کا اپنا یہ حال ہے کہ یہ ان عقیدوں کو دل سے تسلیم نہیں کرتے اگر کرتے ہیں تو جو میں کہہ رہا ہوں وہ سب کچھ کر دکھاتے۔ ایک عظیم قوم کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہو اور اس سے اس طرح انسان ہلکے پھلکے انداز سے سلوک کرے کہ ٹھیک ہے جی مر گیا تو مر گیا، زندہ ہے تو زندہ ہمیں کیا۔ تمہیں کیا! تم نے مرجانا ہے اگر وہ مر گیا تو۔ وہ نیچے آئے بغیر مر گیا تو تم سارے زمین پر پڑے پڑے مر جاؤ گے کیونکہ تمہاری زندگیاں اس کی ذات کے ساتھ وابستہ ہیں تو اس کو کہتے ہیں تفقہ فی الدین اور قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ وہ جو نئے آنے والے ہیں ان کو بلاؤ تفقہ کرو ان کے لئے "لِيَتَفَقَّهُوا" تاکہ وہ تم سے تفقہ سیکھیں۔ ان کے دماغوں میں اس طرح یہ بات گھول گھول کر ڈال دو، اس طرح ان کو پلا دو یہ بات کہ واپس جا کر اپنی قوم کو ڈرانے کے مستحق ہو جائیں اور ڈرانے کی اہلیت حاصل کر لیں کیونکہ جاتے ہی ان کے سپرد نذیر کا کام کر دیا گیا ہے۔ اب دیکھیں درمیان میں اور کوئی مضمون نہیں۔" لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ؀ "صداقت کو اتنا واضح طور پر دیکھ لیں ایسا یقینی طور پر سمجھ لیں کہ پھر کوئی چیز ان کو صداقت سے ہٹا نہ سکے بلکہ اس مرتبے کو حاصل کر لیں جو استادوں کا مرتبہ ہے اور وہ جا کر اپنی قوم کو ڈرائیں اور بتائیں کہ ہم وہ جگہ وہ نور دیکھ آئے ہیں جس کے بغیر ہر طرف اندھیرا ہے اگر اسی حالت میں تم پڑے رہے تو تم اندھیروں میں بھٹکتے ہوئے جانیں دے دو گے۔ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ" تاکہ ان کی قوم خوف کرے کچھ خدا خوفی سے کام لے کچھ اپنے حال پر ڈرے اور اس طرح وہ ہدایت پا جائے۔

تو دیکھیں تبلیغ اور تربیت کو خدا تعالیٰ نے کس طرح حکمت کے ساتھ ایسے رشتوں میں باندھ دیا ہے جو ٹوٹ نہیں سکتے۔ بشارت انذار بن گئی ہے۔ انذار بشارت ہو گئی ہے۔ ایک ہی چیز کے دو نام بن گئے ہیں۔ پس آپ جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق بخشی ہے اب مزید انتظار کئے بغیر ان کی تربیت کا ایسا انتظام کریں کہ صرف ان کو نماز پڑھنا نہیں سکھانا روزمرہ کے مسائل نہیں بتانے بلکہ تفقہ فی الدین یہاں بیان فرمایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تفقہ کے ساتھ پھر باقی چیزیں از خود پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر تفقہ فی الدین ہو تو انسان کے اندر ایک بے حد تڑپ پیدا ہو جاتی ہے ایک بے قرار تمنا اس کے دل سے اٹھتی ہے کہ ایسے پیارے دین کو میں کیوں نہ سیکھوں، کیوں اس میں مزید ترقی نہ کروں، کیوں نہ ان حکمت کی باتوں پر عمل پیرا ہو جاؤں۔ پس عمل کا ایک گہرا تعلق عقیدے کے یقین سے ہے اور عقیدے کے یقین کا گہرا تعلق گہری فہم سے ہے۔ جو عقیدہ گہری فہم کے بغیر ہو اس کا نام چاہے آپ یقین رکھتے پھریں وہ یقین نہیں ہے وہ ایک تصور کا خیال ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ جو گہرا فہم ہو جائے، اچھی طرح بات سمجھ لیں ان سے یقین پیدا ہوتا ہے اور جب یقین پیدا ہوتا ہے تو پھر ایسے شخص کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ وہ لازماً اس کے فوائد سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے۔ اسکے انکار کے نقصانات سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے۔ فوائد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نقصانات سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس آیت (التوبہ : ۱۲۲) کے مضمون کا تفقہ کر کے، اس کو تفصیل کے ساتھ سمجھنے کے بعد اس کے مطابق وہ تربیت گاہیں قائم کریں جہاں ہر ملک میں اور اگر ایک ملک میں ضرورت ہو تو ایک جگہ سے زائد تفقہ کے مراکز قائم ہوں

پس جماعت احمدیہ اس دور میں داخل ہوتے ہوتے اب وہاں پہنچ گئی ہے کہ یوں لگتا ہے اس آیت کی سرزمین کے مرکز میں ہم جا پہنچے ہیں اس آیت کے مضمون نے چاروں طرف سے ہمیں گھیر لیا ہے اب کسی مزید التواء کا موقع نہیں رہا، کسی تاخیر کا ہمیں حق نہیں رہا۔ لازم ہے کہ معاً اس آیت کے مضمون کا تفقہ کر کے اس کو تفصیل کے ساتھ سمجھنے کے بعد اس کے مطابق وہ تربیت گاہیں قائم کریں جہاں ہر ملک میں اور اگر ایک ملک میں ضرورت ہو تو ایک جگہ سے زائد تفقہ کے مراکز قائم ہوں اس میں نئے آنے والوں کو بلایا جائے اور باری باری مختلف گروہ آتے جائیں اور سبق سیکھ کر واپس چلتے چلے جائیں اور یہ جو تربیتی کلاس ہے جیسا کہ میں

SUPPLIERS OF FROZEN AND FRIED MEAT SAMOSAS, VEGETABLE SAMOSAS, CHICKEN SAMOSAS & LAMB BURGERS PARTIES CATERED FOR

KHAYYAMS

280 HAYDONS ROAD, LONDON SW19 9TT

TEL: 081 543 5882 - MOBILE: 0860 418 252

نے بیان کیا ہے یہ اب سارا سال کی ہوگی۔ اب یہ اعلان نہیں ہوگا کہ آج کشمیر میں ہو رہی ہے۔ آج افغانستان میں ہو رہی ہے۔ آج پاکستان میں ہو رہی ہے۔ پھر تو ساری دنیا کی کلاسوں کے متعلق مستقل دعا کرنی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ انگلستان کی کلاسوں کو بھی کامیاب فرمائے اور جرمنی کی کلاسوں کو بھی اور سویڈن اور ڈنمارک کی بھی اور افریقہ میں سیرالیون کی کلاسوں کو بھی اور گھانا کی کلاسوں کو بھی، نائجیریا کو بھی۔ کتنے نام ہر جمعہ میں لے سکتا ہوں ایک سو بیالیس تک تو پہنچ چکے ہیں اور ان کے اندر بھی بے شمار کلاسیں ہوں گی تو یہ کلاسیں لگائیں اور مستقل جماعت ان کلاسوں کے لئے دعا کرے اور ان کے لئے کوشش کرے۔ اس کے لئے چونکہ ہمارے پاس ابھی وہ فوج تیار نہیں ہوئی جس کا نام وقف نو کی فوج ہے اس لئے ضروری ہوگا کہ عارضی طور پر صاحب علم اپنے آپ کو وقف کریں اور صاحب علم خواتین اپنے آپ کو وقف کریں اور ہر جگہ عورتوں کے لئے بھی مراکز ہوں اور مردوں کے لئے بھی اور ان کی تربیت اس جذبے سے کی جائے کہ ایک بات اتنی اچھی طرح سے سمجھ جائیں کہ پھر ناممکن ہو دشمن کے لئے کہ اس پر حملہ کر سکے اور پھر وہ اس بات کو لے کر نکل کھڑے ہوں ہر جگہ پھیلاتے چلے جائیں۔ تو اس طرح آپ کے آئندہ آنے والے تربیت کے علاوہ تبلیغی تقاضے بھی پورے ہوں گے۔ کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم سے سلوک فرمایا ہے ایک کو دو اور دو کو چار اور چار کو آٹھ کرتا چلا گیا ہے۔ اب یہ دور اگر جاری رکھنے کی دل میں تمنا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے رخ کے مطابق چلنا شروع کریں اور یہ خدا کی تقدیر کا رخ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اس رخ پر چلیں گے تو خدا کی تقدیر ہمیشہ آپ کے حق میں عجائب کام دکھائے گی۔ ناممکن باتیں آپ اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا دیکھیں گے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اب تک جو آپ دیکھ چکے ہیں اس کے بعد آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ ان عجائب کا انکار کر سکیں۔ حیرت انگیز اعجاز خدا نے دکھائے ہیں آپ اب گواہ بن چکے ہیں۔

> **ہر جگہ عورتوں کے لئے بھی مراکز ہوں اور مردوں کے لئے بھی اور ان کی تربیت اس جذبے سے کی جائے کہ ایک بات اتنی اچھی طرح سمجھ جائیں کہ پھر ناممکن ہو دشمن کے لئے کہ اس پر حملہ کر سکے**

پس ان باتوں پر عمل کریں جو قرآن کی روشنی میں قرآن کی تعلیم کے مطابق میں آپ کو سمجھاتا ہوں اور دیکھیں اگلے سال کے لئے کہ خدا تعالیٰ کیسے کیسے عجائب آپ کے لئے لئے بیٹھا ہے اور عجیب کام آپ کے لئے کر دکھائے گا۔ پس اب ہم دنیا کے سامنے ایک چیلنج بن چکے ہیں۔ دنیا سمجھتی ہے کہ اتفاقی واقعات ہیں یہ حادثات کے نتائج ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ تقدیر الٰہی ہے جو جماعت احمدیہ کو ایک نئے دور میں داخل کر چکی ہے۔ اس کے ہر سال کا موڑ پہلے سے بڑھ کر شاندار آئے گا۔ اور یہ تقدیر ہے جو میں دیکھ چکا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ آئندہ اسی طرح جاری ہوتی چلی جائے گی۔ پس اس سفر کی تیاری اس شان سے کریں کہ ہر موڑ پر آپ کو خدا کے نئے کرشمے، نئے جلوے دکھائی دیں اور ایسے جلوے ہوں جو دنیا کی آنکھوں کو چندھیا دیں مگر وہ انکار نہ کر سکیں۔ اور یہ وہ طریق ہے جو قرآن سے سیکھ کر میں آپ کو سمجھا رہا ہوں "وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً" مومنوں کے لئے یہ تو ممکن نہیں ہے کہ وہ سارے کے سارے اکٹھے جہاد میں مصروف ہو جائیں "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ" پس ایسا کیوں نہیں کہ ان میں سے ہر گروہ میں سے ایک چھوٹا گروہ نکلے، ایک جماعت نکلے "لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ" تاکہ وہ دین سیکھے۔ اب نکلے، گھروں سے نکلے مراد ہے کسی جگہ جانا ہے جہاں دین سکھایا جاتا ہے ان جگہوں کے نام نہیں لئے۔ مدینہ نہ کہنے کی ایک یہ بھی حکمت ہے کہ اسلام نے تو پھیلنا تھا ہر شخص کے لئے ممکن ہی نہ رہتا کہ وہ مدینے پہنچ سکے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وصال ہو جانا تھا جیسا کہ ہونا تھا یہ بھی ممکن تھا کہ مدینہ میں وہ ایسے پاکباز مصلح دین سکھانے والے باقی نہ رہیں اور قوم کی حالت بگڑ چکی ہو تو ان سارے احتمالات کا جواب اس ایک آیت نے دے دیا۔ اس کو کہتے ہیں فصاحت و بلاغت۔ جہاں بظاہر کوئی سقم دکھائی دیتا ہے اس کو غور سے ٹھہر کے دیکھیں تو آپ حیران ہو جائیں گے کہ وہ سقم نہیں ہے بلکہ عظیم روشنیوں کی طرف کھلنے والی ایک کھڑکی تھی پس اس آیت کو اس زمانے پر چسپاں کر کے دیکھیں تو آپ کو سمجھ آجائے گی کہ کیوں مدینے کا ذکر نہیں کیا گیا کیوں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف جسمانی طور پر آنے کا ذکر نہیں فرمایا۔ ایک کھلی کھلی بات فرما دی گئی ہے جس کے سارے گوشے کھلے رکھ دئے تاکہ ہر زمانے کی ضرورت پر پوری طرح اس کا اطلاق ہو سکے۔ نکلیں، کدھر کو نکلیں، کہاں جائیں کچھ بیان نہیں فرمایا۔ فرمایا کوئی جگہ ایسی ضرور ہونی چاہئے جہاں ان کی تربیت کا انتظام ہو اور یہ مومنوں کی جماعت کا اجتماعی فرض بیان فرما دیا گیا۔ جہاں جہاں ممکن ہے ان کے مراکز قائم کر دو۔ لیکن یہ تمہارے لئے ممکن نہیں رہے گا یہ بھی ایک عجیب پیش گوئی ہے کہ جہاں جہاں بیعتیں ہو رہی ہیں وہاں وہاں پہنچ کر ان کی تربیت کر سکو۔ ان پر ذمہ داری ڈالو، ان کے نمائندے آئیں، وہ سیکھیں، واپس جا کر اپنوں کو سکھائیں

> **تقدیر الٰہی جماعت احمدیہ کو ایک نئے دور میں داخل کر چکی ہے۔ اس کے ہر سال کا موڑ پہلے سے بڑھ کر شاندار آئے گا اور یہ وہ تقدیر ہے جو میں دیکھ چکا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ آئندہ اسی طرح جاری ہوتی چلی جائے گی۔ پس اس سفر کی تیاری اس شان سے کریں کہ ہر موڑ پر آپ کو خدا کے نئے کرشمے، نئے جلوے دکھائی دیں اور ایسے جلوے ہوں جو دنیا کی آنکھوں کو چندھیا دیں مگر وہ انکار نہ کر سکیں**

اور خصوصیت سے غیروں کو انذار کے ساتھ اس ہدایت اور پناہ گاہ کی طرف بلائیں۔ یہ مضمون ہے جو جتنا آپ غور کرتے ہیں اور کھل کر نتھر کر جیسے پھول کھلتا ہے اس طرح کھل کر ہمارے سامنے بہت خوبصورتی کے ساتھ ظاہر ہو رہا ہے۔

پس تمام دنیا کی جماعتیں اس مضمون کی روشنی میں ایسی جگہوں پہ مراکز قائم کریں جہاں اردگرد کے علاقے کے لوگوں کے لئے آنا ممکن ہو اور ایسا نظام جاری کریں کہ سارا سال یہ سلسلہ جاری رہے، چلتا رہے۔ ان کے لئے وہاں رہائش کا انتظام بھی دیکھنا ہوگا اور ادلنے بدلنے کا نظام جاری کرنا پڑے گا۔ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ جب تک کوئی سمجھ نہ جائے اس وقت تک اس کو ٹھہرائے رکھنا ہے اور بہت زیادہ مکینیکل نہ بنائیں کلاسز کو۔ یہاں مدت بھی بیان نہیں فرمائی گئی۔ "لیتفقھوا" یہ شرط رکھ دی۔ بعض لوگ ذرا ٹھہر کے سمجھتے ہیں بعض جلدی سمجھ جاتے ہیں۔ جو ذرا ٹھہر کے سمجھتے ہیں ان کو روکنا چاہئے کہ ابھی تم اس لائق نہیں ہوئے جیسے پہلے سال کوئی فیل ہو جائے تو اس کا ایک سال اور بڑھا دیا جاتا ہے تو اس قسم کا سالوں کا معاملہ تو نہیں۔ مگر نظر رکھنے والے موجود رہنے چاہئیں۔ جب ایک شخص کے متعلق جانتے ہیں کہ اس میں بشاشت پیدا ہو رہی ہے اس کے اندر ولولہ پیدا ہو گیا ہے، بات کو سمجھ چکا ہے تو کہیں اچھا بھئی سلام علیکم، رخصت ہو تم اب اس کام میں مصروف ہو جاؤ جس کے لئے خدا کے ارشاد کے تابع ہم نے تمہیں تیار کیا تھا۔ اپنی قوم میں لوٹو اور انذار شروع کر دو۔ اس طرح آپ کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ خدا کے فضل سے کس طرح جماعت کو استحکام نصیب ہوتا ہے اور کس تیزی سے جماعت روز افزوں ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ ہر آنے والا، آنے والے دور کے لئے خود تیاری کر رہا ہوگا اور آپ کا مددگار ہو جائے گا اور آپ کو نئے لوگوں کو تبلیغ کرنے کے لئے،

SCL

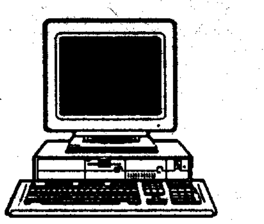

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

نئی قوموں کو تبلیغ کرنے کے لئے، نئے ملکوں کو تبلیغ کرنے کے لئے خالی چھوڑ دے گا۔ اپنی قوموں کو تو ہم اب سنبھالتے ہیں۔ ہماری فکر آپ نے جو کرنی تھی کر لی اب ہم پر چھوڑ دیں۔ خدا نے جب ہم پر اعتماد فرمایا ہے [illegible] اس بات کا اہل قرار [illegible] ہے کہ خود سمجھنے کے بعد اپنی قوم کا انذار کریں گے تو پھر ہمیں کرنے دیں۔ ہماری فکر نہ کریں۔ آپ جائیں دوسرے ملکوں کو تلاش کریں۔ ایک سو بیالیس ان کے پاس چھوڑ دیں۔ نئے ایک سو بیالیس ڈھونڈیں نئی قوموں کی طرف نکلیں نئے شہروں کی طرف رجوع کریں اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اب یہ سلسلے، یہ پھیلنے والے سلسلے وہ سلسلے ہیں اور بن کر ابھرنے والے ہیں کہ تمام دنیا کی مولوی کی طاقت بھی اس راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔

اب ایسے دور آنے والے ہیں کہ مولوی تھر تھر کانپیں گے اور نامراد ہو کر دیکھتے رہیں گے اور کچھ نہیں کر سکیں گے۔ آپ نے آگے بڑھنا ہے اور بڑھتے چلے جانا ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے قدموں کی دھمک اگلی صدی میں سنائی دی جائے گی

میں خدائے واحد و یگانہ کی قسم کھا کر آپ کو بتاتا ہوں کہ اب ایسے دور آنے والے ہیں کہ مولوی تھر تھر کانپیں گے اور نامراد ہو کر دیکھتے رہیں گے اور کچھ کر نہیں سکیں گے۔ آپ نے آگے بڑھنا ہے اور بڑھتے چلے جانا ہے یہاں تک کہ آپ کے قدموں کی دھمک اگلی صدی میں سنائی دی جائے گی۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ اللہ حامی و ناصر ہو۔ حوصلے اور یقین کے ساتھ اس سفر کو جاری رکھیں، قرآن کی بتائی ہوئی ہدایتوں کے مطابق آپ چلیں گے تو یہ نسخے ایسے ہیں جو کبھی ناکام نہیں ہو سکتے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔

اس شہر میں چلی ہے یہ رسم وفا جدا
خوشبو کو لوگ دیتے ہیں معنی جدا جدا

کاسہ ہو دست دل میں نہ لب پر سوال ہو
حسن طلب کو چاہئے طرز ادا جدا

رہتا ہے نغمہ ریز ہی طائر قفس میں بھی
یہ اور بات ہوتی ہے طرز نوا جدا

یہ کون میرے حلقہ ارادت میں آگیا
خنجر بکف ہیں غیر اور اپنے جدا جدا

مسموم کردیا اسے گل چیں نے کس قدر
اب اس چمن کو چاہئے باد صبا جدا

کب تک تو میرے دام وفا میں نہ آئے گا
کب تک ہمیں رکھے گی تمہاری انا جدا

یہ سوچ کر اٹھائیے طوفان کج روی
اب کے خدا چلائے گا کوئی ہوا جدا

یا آبسا ہے کوئی یا پھر چل دیا کوئی
محمودؔ کچھ دنوں سے ہے دل کی صدا جدا

(مبشر احمد محمود)

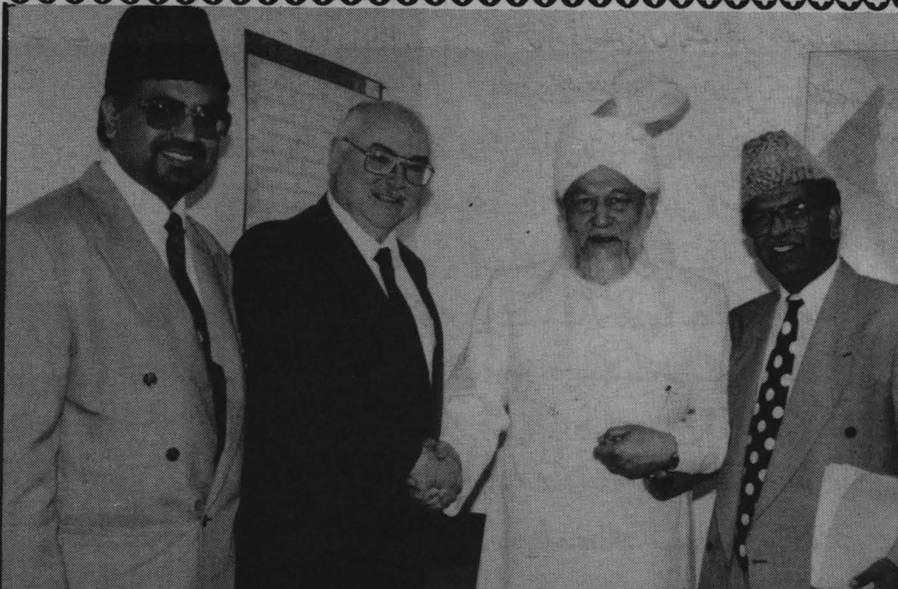

(دائیں سے بائیں): مکرم خلیفہ عبدالعزیز صاحب، نائب امیر کینیڈا، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ، مکرم Marcel Masse ایم۔ پی۔ کینیڈا، مکرم نسیم مہدی صاحب، امیر جماعت احمدیہ کینیڈا۔

MTV AHMADIYYA

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS

SKY

TV ASIA

VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.

S.M SATELLITE SERVICES

15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740

RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

بقیہ جستہ جستہ از صفحہ ۱۴

وہ مجھے پہلے ملا ہوتا تو پھر آج تک مرزائی نہ کہلاتا۔ میں نے کہا مولوی صاحب وہ تو اپنے آپ کو مرزائی نہیں کہلواتا بلکہ احمدی کہلواتا ہے۔ کہنے لگا ہیں جی احمدی تو ہم ہیں۔ میں نے کہا خیر آپ بھی احمدی ہیں اور وہ بھی احمدی کہلواتا ہے پھر آپ کا آپس میں تھوڑا ہی فرق ہو گا۔ ہم آپ کو اس سے ملا دیتے ہیں۔ مگر آپ اس سے بات کیسے شروع کریں گے وہ بھی تو آخر پڑھا ہوا ہے۔ درزی صاحب کہنے لگے آپ ذرا ان سے مجھے ملا دیں اور پھر اس کافر کے ساتھ میرا کلام سننا۔ میرا ایک شاگرد غصہ سے اسے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ میں نے اسے روک دیا اور درزی سے کہا کہ اگر آپ نے تبادلہ خیالات کرنا ہے تو کسی مولوی کو لے آنا ہم پھر اس سے ملا دیں گے۔ کیونکہ وہ تو بڑا خوش اخلاق اور لوگ اس کی یہاں بہت عزت کرتے ہیں۔ درزی مولوی کہنے لگا آپ ذرا مجھ اس سے ملائیں تو پھر دیکھنا کیسا میں اس کا ناطقہ بند کرتا ہوں۔ میں نے کہا اس نے تو بہت بحثیں کی ہیں کبھی کسی کو برا لفظ نہیں کہا اور ویسے بھی بڑی تہذیب سے بات کرتا ہے۔ اگر آپ بھی اس سے شائستہ گفتگو کی ضمانت دیں تو ہم اسے آپ سے ملا سکتے ہیں۔ پہلی بات تو وہ یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی موت میں اسلام کی حیات ہے اور دوسرا یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی صرف زندہ نبی ہیں۔ جنہوں نے زندہ خدا کو پیش کیا ہے۔ وہاں مستری محمد فاضل صاحب کوٹلی لوہاراں کے بیٹھے ہوئے تھے اور بہت تجربہ کار آدمی تھے۔ درزی کے پاس جا کر پوچھنے لگے کہ کیا آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا ہوا ہے؟ درزی صاحب بولے کچھ پڑھا ہوا ہے۔ مستری صاحب بولے جناب آپ سے کچھ پڑھا ہوا نہیں پوچھ رہا سارا پڑھا ہوا ہے کہ نہیں؟ درزی صاحب بولے تم کون ہو جو میرا امتحان لے رہے ہو۔ مستری صاحب، "جناب عالی میں نے آپ کی بے علمی کا امتحان لینا تھا جو لے لیا ہے" درزی صاحب بولے وہ کیسے؟ مستری صاحب کہنے لگے کہ ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور اتنی باتیں بھی ہوئیں اور ابھی تک جاہل ہی رہے کہ مرزائی کہاں ہے۔ یہی تو وہ احمدی مولوی ہے۔ اگر کوئی دوسرا مولوی ہوتا تو جب آپ نے کافر کا لفظ کہا تھا تھپڑ مار کر آپ کا منہ سرخ کر دیتا۔ یہ حوصلہ صرف احمدیوں کا ہی ہے۔ اب آپ شرم کریں اور اگر کوئی بات کروانا ہی ہے تو کسی مولوی کو لے آؤ اور آرام سے بیٹھ کر کرو۔ درزی صاحب بھی حیران ہوئے اور اپنے کہے ہوئے لفظ "کافر" کو واپس لیا اور آئندہ اتوار کو اپنے گھر میں آنے کی ہمیں دعوت دی اور سخت ندامت محسوس کی۔ ہم اپنے وعدہ کے مطابق درزی صاحب کے مکان پر پہنچے۔ تھوڑی دیر تبادلہ خیالات کے بعد ان کے مولوی صاحب کہنے لگے کہ آئندہ کسی اور وقت کا تعین کر لیں۔ ہم پنجاب سے کتابیں منگوا کر بات کریں گے۔ میں نے کہا سب سے پہلے عرب والوں پر یہ قرآن کریم عربی میں نازل ہوا۔ اب ہم سب اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ اس کی مدد سے آپس کے تنازعات کا فیصلہ کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں چاہتے تو پھر اس بات کا اقرار کریں کہ قرآن مجید ہماری مدد نہیں کرتا یا پھر یہ کہیں کہ قرآن کریم ہمیں پڑھنا نہیں آتا۔ وہ ایسے اقرار سے گریزاں رہا مگر میں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑتا تھا۔ آخر کار مولوی صاحب وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اور درزی صاحب نے ہمیں سوڈا واٹر بوتلیں پلائیں اور ساتھ ہی معذرت بھی کی کہ ہمارے پاس کوئی مولوی نہیں ہے جس سے آپ تبادلہ خیالات کر سکیں۔

تاریخ اسلام کے چند حیرت انگیز لمحات

(شیخ مبارک محمود پانی پتی)

مکہ میں آفتاب رسالت طلوع ہوا تو کفر کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا۔ ہر ممکن کوشش کی گئی کہ حق کی آواز کو کسی طرح دبا دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جانے لگے۔ کبھی نماز پڑھتے ہوئے اس فخر انسانیت کے سر پر اوجھڑی ڈال دی جاتی۔ کبھی گلے میں پٹکا ڈال کر کھینچا جاتا۔ کبھی بازاروں میں چلتے ہوئے اوپر مٹی اور خاک و دھول ڈال دی جاتی۔ کبھی بلال ؓ جیسے عاشق رسول کو کڑکتی دھوپ میں تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر اس کی پیٹھ پر پتھر رکھ دیئے جاتے۔ کبھی مسلمان عورتوں کے اندام نہانی میں نیزے مار کر ان کو شہید کر دیا جاتا۔ غرض مصائب اور مشکلات کا ایک طوفان تھا جو امڈتا چلا آ رہا تھا۔ لیکن وہ کوہ استقامت (صلی اللہ علیہ وسلم) خاموشی سے، محض اللہ کی خاطر، یہ سب مصائب برداشت کر رہا تھا۔

آخر ایک روز مکہ والوں سے مایوس ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے تاکہ وہاں کے لوگوں کو توحید کی دعوت دیں۔ حضرت زید بن حارثہ ؓ حضور کے ہم سفر تھے۔ لیکن طائف والے مکہ والوں سے بھی بدتر ثابت ہوئے۔ انہوں نے خدا کا پیغام سن کر نہ صرف مذاق اڑایا بلکہ لونڈوں اور بدمعاشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ حضور آگے آگے جاتے تھے اور بدمعاش پیچھے سے پتھروں کی بارش کرتے جاتے تھے۔ اگر کہیں آپ ان سے بچنے کے لئے بیٹھ جاتے تو یہ بدبخت پتھر مار کر پھر اٹھا دیتے۔ یہاں تک کہ آپ کی پنڈلیاں بھی زخمی ہو گئیں اور ان سے اتنا خون بہا کہ حضور کے جوتے تک خون سے بھر گئے۔ حضرت زید ؓ اس دوران بار بار ان بدبختوں اور اللہ کے رسول کے درمیان آ آ جاتے کہ ان کے محبوب کو کوئی گزند نہ پہنچے اور سارے پتھر وہ اپنے جسم پر لے لیں۔ اس کوشش میں ان کا سر بھی پھٹ گیا۔ اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے نکل کر قریب ہی ایک باغ کی آڑ میں پناہ لی۔

اس شدید تکلیف کی حالت میں بھی اس رحمت مجسم نے ان لوگوں کے لئے بد دعا نہیں کی۔ حضرت نوح علیہ السلام تو ایسے موقع پر بے اختیار پکار اٹھے تھے:

رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا

(یعنی اے میرے پروردگار! زمین پر کسی کافر کو چلتا پھرتا باقی نہ رکھیو)

اور اس کا نتیجہ طوفان نوح کی شکل میں دنیا پر ظاہر ہوا اور کافروں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تو کوئی بد دعا نہیں کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی غیرت اس وقت جوش میں آگئی اور جبرئیل امین خدائے قادر مطلق کا یہ پیغام لے کر آئے:

"اگر چاہو تو ہم طائف کی پہاڑیوں کو آپس میں ملا دیں۔ اس طرح کہ یہ لوگ درمیان ہی میں پس جائیں"

وہ جو مجسم رحمت تھا، رحمۃ للعالمین تھا، جس کا دل بنی نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کا سرچشمہ تھا، وہ جو اس دنیا میں سب سے زیادہ رحیم و کریم انسان تھا۔ اس نے اپنے رب کا یہ پیغام سنا تو خوش ہونے کی بجائے وہ لرز اٹھا۔ اس پر خوف طاری ہو گیا۔ وہ کس طرح گوارا کر لیتا کہ یہ پوری بستی اس کی آنکھوں کے سامنے خدا کے غضب کا نشانہ بن جائے۔ وہ کس طرح برداشت کر لیتا کہ یہ جیتے جاگتے انسان چشم زدن میں خون کے لوتھڑوں میں تبدیل ہو جائیں۔ اس کو تو یہ بات کسی طرح بھی منظور نہ تھی۔ اس کو تو یہ پیغام سن کر اپنے جسم سے لگے ہوئے پتھروں کے وہ بے شمار زخم بھی بھول گئے تھے جو ان بدبختوں نے لگائے تھے۔ ان کو تو اس وقت وہ لہو بھی نظر نہیں آ رہا تھا جس میں سے خون فوارے کی طرح نکل رہا تھا۔ وہ تو یہ پیغام سن کر بے انتہا مضطرب ہو گیا اور اسی اضطراب کے عالم میں اپنے قادر و قیوم لیکن رحیم و کریم آقا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گیا۔ اس کو اپنے خدا کی قدرت اور طاقت کا پورا پورا اندازہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر خدا کی تقدیر یہی ہو تو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی قوت بھی اس بستی کو تباہی سے بچا نہیں سکتی۔ اس لئے اس نے انتہائی عاجزی کے ساتھ گڑگڑا کر اپنے رب کے حضور عرض کی:۔

"بار الٰہا! ان پر رحم فرما۔ یہ تیرے بندے ناسمجھ ہیں۔ جانتے نہیں کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ ان کو تباہ نہ کر۔ مجھے تو یہی توقع ہے کہ ایک نہ ایک دن یہ یا ان کی اولادیں تیری توحید کی پرستار بن جائیں گی۔ اس لئے خدایا! ان پر رحم فرما کہ تیرا رحم بے پایاں ہے"۔

اور خدائے رحیم و کریم نے اپنے محبوب بندے کی عاجزی اور انکساری سے کی ہوئی یہ درخواست قبول فرما لی۔ آسمان سے فرشتے اس وقت دنیا کے اس سب سے عظیم انسان پر درود بھیج رہے تھے۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد۔

—○—

جب کافروں کا ظلم و ستم حد سے گزر گیا اور مسلمانوں کے لئے مکہ میں زیست کی ساری امیدیں مسدود ہو کر دی گئیں۔ ایسے ایسے ظلم خدائے واحد کے پرستاروں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں پر توڑے جانے لگے جن کا تصور کر کے آج بھی روح کانپنے لگتی ہے۔ تب خدا تعالیٰ کی رحمت نے مدینہ میں ایسا انتظام کر دیا کہ شمع رسالت کے پروانے وہاں امن اور سکھ کا سانس لے سکیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے مسلمان مرد اور عورتوں کو مدینے کی طرف ہجرت کا حکم دے دیا۔ جس کی تعمیل میں آہستہ آہستہ مسلمان وہاں جانے لگے۔ یہاں تک کہ مکہ مسلمانوں سے تقریباً خالی ہو گیا۔

اب خدائے واحد و یگانہ کی پرستش کرنے والی تین نمایاں شخصیتیں مکہ میں رہ گئی تھیں۔ ایک وہ جو خانوادہ نبوت ہی کا ایک فرد تھا۔ جس نے تربیت ہی آغوش رسالت میں پائی تھی، جو بلا کا جری اور بہادر تھا، جو حیدر کرار تھا، جو علی مرتضیٰ تھا۔

دوسری شخصیت وہ تھی جس نے حق کی دعوت قبول کرنے میں ایک لحہ بھی تامل نہ کیا تھا۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے صرف یہ استفسار کیا تھا کہ کیا آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت سمجھانے کی کوشش کی تو وہ بے چین ہو گیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ "مجھے صرف میرے سوال کا جواب دیجئے۔ کیا آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ خدا آپ سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس نے آپ کو نبوت کے منصب پر سرفراز فرمایا ہے"۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا "ہاں" تو دوسرے ہی ثانیہ میں وہ بول اٹھا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ۔ وہ مزاج شناس رسول تھا، وہ صدیق اکبر تھا، وہ ابوبکر تھا۔

تیسری وہ شمع تھی جس کے گرد یہ سارے پروانے گھومتے تھے۔ جو امی تھا لیکن اس نے دنیا میں علم اور حکمت کے موتی بکھیر دیئے۔ وہ یتیم تھا لیکن دنیا اس کے سامنے جھک گئی۔ وہ بے سہارا تھا لیکن خدا اس کا مددگار تھا۔ یہ تھے خاتم النبیین، افضل الرسل، آقائے دو جہاں، سرور دو عالم، محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ السلام کو بھی ہجرت کا اشارہ تو ہو گیا تھا اور اس مقصد کے لئے اپنی بے پناہ خداداد فراست کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو اونٹنیاں اور سفر کا دوسرا سامان بھی تیار کر لیا تھا لیکن حضور ؐ اذن خداوندی کے منتظر تھے۔ آخر اس کا موقع بھی آگیا ـــــ ہوا یوں کہ اب حق کی دعوت مشرکین مکہ کے لئے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا وجود ان کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا۔ پھر وہ اس بات سے بھی خائف تھے کہ مہاجرین مکہ، مدینے کے لوگوں سے مل کر کہیں مکہ پر چڑھائی نہ کر دیں۔ آخر ایک روز اکابرین قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے اور اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ پھر سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مکان کے سامنے جمع ہو جائیں اور جب وہ باہر نکلیں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن اس میں ایک قباحت یہ تھی کہ قبائلی عصبیت کی بناء پر اگر بنو عبد مناف بگڑ گئے تو خانہ جنگی کا آغاز ہو جائے گا۔ کئی تجویزیں سامنے آئیں لیکن رد کر دی گئیں۔ آخر ابو جہل نے کہا کہ آج رات ہر قبیلہ کا ایک ایک جوان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مکان کے سامنے جمع ہو جائے اور جب وہ باہر نکلیں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ بنو عبد مناف سب قبیلوں سے تو لڑ نہیں سکیں گے۔ اس طرح یہ قصہ آسانی کے ساتھ ختم ہو جائے گا۔ یہ تجویز سب کو پسند آئی اور اس پر اتفاق ہو گیا۔

ادھر یہ منصوبہ بنایا جا رہا تھا اور مشرکین مکہ میں سے کسی کو بھی ان کی کامیابی میں ذرا بھی شبہ نہ تھا مگر ادھر آسمان کے فرشتے ہنس رہے تھے اور زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ احمقو! جس کے سر پر خدا کا سایہ ہو تم اپنی تمام تر قوت اور طاقت کے باوجود اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔

خدائے علام الغیوب نے اپنے رسول کو اس سارے منصوبے کی خبر دے دی اور ساتھ ہی ہجرت کا اذن بھی بخش دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت حضرت ابوبکر کے گھر تشریف لائے اور فرمایا "ابوبکر مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے"۔ ابوبکر ؓ کا خیال تھا کہ ان کو بھی حضور کے ہم سفر ہونے کا شرف بخشا جائے گا۔ لیکن اس وقت تو حضور نے صرف اپنی ہجرت کا ذکر فرمایا تھا۔ ان کا تو کوئی ذکر نہ کیا تھا۔ یہ سن کر وہ اداس ہو گئے۔ ان کا دل ڈوب گیا۔ ابوبکر جانتے تھے کہ حضور کی ہم رکابی میں جانا کوئی آسان کام نہیں۔ جان جوکھوں کا کام ہے۔ قدم قدم پر موت کو دعوت دینا ہے۔ لیکن وہ تو شمع رسالت کے پروانے تھے، ان کا مقصد زندگی ہی یہ تھا کہ شمع پر نثار ہو جائیں۔ اسی ڈوبتے ہوئے دل اور کانپتی آواز میں ابوبکر ؓ نے پوچھا "اور میں یا رسول اللہ، کیا یہ سفر ایک ساتھ نہ ہوگا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلی کیفیت بھانپ لی۔ متبسم ہو کر فرمایا "تم میرے ہمراہ چلو گے۔ یہ سفر ایک ساتھ ہوگا"۔

یہ جواب سن کر سوکھے دھانوں پانی پڑ گیا۔ ابوبکر ؓ کا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ موت کی یہ دعوت ان کو حیات جاوداں معلوم ہونے لگی۔ ان کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ ان کو ایسی عظیم سعادت نصیب ہونے والی تھی، جو دنیا کے کسی اور انسان کے حصے میں نہ آئی تھی۔ ابوبکر رقیق القلب انسان تھے، خوشی اور مسرت کے ان جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔ بے اختیار ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہو گئے۔ ان کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ "اس دن سے پہلے مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ انتہائے مسرت میں انسان رونے بھی لگتا ہے۔ یہ مجھے اسی دن پتہ چلا جب میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب سن کر رو پڑے تھے"۔

شمع رسالت کے اس پروانے نے اس وقت کے لئے پہلے سے ہی تیاریاں کر رکھی تھیں۔ دو اونٹنیاں چار مہینے پہلے سے لے کر رکھی ہوئی تھیں جو ببول کے پتے کھا کھا کر تندرست اور چاق و چوبند ہو گئی تھیں۔ زاد راہ کے لئے بھی معقول رقم مہیا کر لی تھی۔ بس حکم کی دیر تھی کہ حضرت ابوبکر ؓ سفر کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

—○—

ASIAN JEWELLERY AT DISCOUNTED PRICES
LATEST DESIGNS IN STOCK
UK DELIVERY ARRANGED
CUSTOMER DESIGNS WELCOME
REPAIRS AND ALTERATIONS
DULHAN JEWELLERS
126 MILTON STREET
PALFREY, WALSALL
WEST MIDLAND WS1 4LN
PHONE 0922 33229

SELF SERVICE/
COIN OPERATED
LAUNDERETTE AND DRY
CLEANING FACILITIES
J & L LAUNDERETTE
159 PARK ROAD
KINGSTON UPON THAMES

ادھر رات کے اندھیرے میں مشرکین مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہائش گاہ دار ارقم کے باہر جمع ہو گئے کہ آج رات ان کو اپنے مذموم اور ناپاک ارادوں کو عملی جامہ پہنانا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب باتوں کی خبر تھی اور آج ہی کی رات ہجرت کے لئے مقرر تھی۔ لیکن ہجرت سے پہلے مکہ چھوڑنے سے قبل، آپ کو ایک بہت ضروری کام کرنا باقی تھا۔ وہ یہ کہ بہت سے لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس رکھی ہوئی تھیں اس لئے کہ حضور امین تھے اور شدید مخالفت اور جانی دشمنی کے باوجود کفار مکہ اپنی امانتیں حضور کے پاس رکھوا دیا کرتے تھے۔ اس یقین کے ساتھ کہ کتنی ہی دشمنی کیوں نہ ہو ہماری امانت ہر حال میں محفوظ رہے گی۔ کوئی اور ہوتا تو ایسے وقت میں ذرا بھی پرواہ نہ کرتا اور چپکے سے اپنی جان بچا کر نکل جاتا اور ساری امانتیں بھی اپنے ساتھ لے جاتا۔ لیکن یہ تو عام انسانوں کی بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو افضل البشر تھے، خدا تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم۔ آپ کو کسی طرح بھی یہ گوارا نہ تھا کہ امانت میں خیانت ہو اور وہ ان کے اصل مالکوں تک نہ پہنچائی جائیں۔ آپ نے یہ سب امانتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کیں اور اور فرمایا میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور ان امانتوں کو ان کے مالکوں کے پاس پہنچانے کے بعد مدینے چلے آنا۔

حضرت علیؓ جانتے تھے کہ باہر مشرکین کس ارادے سے آئے ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ ان کو دیکھیں گے تو ان کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہے گی اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ طیش میں آکر ان کو قتل کر دیں۔ لیکن بنو عبد مناف کے اس کمسن نوجوان نے آغوش رسالت میں تربیت پائی تھی۔ ڈر اور خوف اس سے کوسوں دور تھے۔ عشق رسولؐ میں بھی وہ کسی سے کم نہ تھا۔ وہ خاموشی سے یہ سب کچھ سنتا رہا اور حکم ملتے ہی بغیر ایک لحہ کے تامل کے اس بستر پر دراز ہو گیا جو عام حالات میں موت کا بستر نظر آ رہا تھا۔ اس کو اپنی جان کی قطعاً کوئی پرواہ نہ تھی۔ بس یہی لگن تھی کہ کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت یہاں سے نکل جائیں۔

حضور سب ہدایات دے کر اور شیر خدا کو اپنے بستر پر لٹا کر باہر نکلے۔ وہاں تلواریں سونتے ہوئے قریش کے لوگ تیار کھڑے تھے کہ جونہی حضور باہر نکلیں، وہ اپنا کام کریں۔ لیکن وہ بدبخت خدائے حی و قیوم کی طاقت سے نا آشنا تھے۔ ان کو اپنی ظاہری تدبیروں پر پورا بھروسہ تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ جس کے سر پر خدا کا سایہ ہو، جس کو اس کی حفاظت حاصل ہو، اس کو وہ تو کیا دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔

چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے کفار کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے اور وہ حضور کو پہچان نہ سکے۔ حضور نہایت اطمینان سے ان کے درمیان سے گزر کر حضرت ابو بکرؓ کے مکان پر پہنچ گئے۔

وہاں سب تیاریاں مکمل تھیں۔ ابو بکرؓ گھر سے نکلے۔ نقدی جو جمع کی ہوئی تھی، جس کی مقدار پانچ ہزار درہم تھی، ساتھ لی۔ ان کی بیٹی اسماءؓ نے ناشتہ تیار کیا تھا۔ اس کو باندھنے کے لئے اس وقت کوئی چیز نہ مل سکی تو انہوں نے اپنی کمر سے پٹکا کھولا۔ اس کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک سے ناشتہ باندھ دیا اور دوسرا پھر اپنی کمر کے گرد لپیٹ لیا۔ اس برمحل اور بروقت تدبیر کو اللہ کے رسول نے بھی پسند فرمایا اور بارگاہ رسالت سے اسماءؓ کو "ذوالنطاقین" کا خطاب عطا ہوا۔

یہ مقدس قافلہ مکہ سے نکلا اور غار ثور کی طرف چلا۔ علامہ حافظ ابن قیم نے زادالمعاد میں مستدرک کے حوالے سے حضرت عمرؓ کی ایک روایت بیان کی ہے کہ اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے، کبھی پیچھے چلنا شروع کر دیتے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سبب دریافت فرمایا تو عرض کی "یارسول اللہ کبھی مجھے ڈر ہوتا ہے کہ پیچھے سے کوئی نہ آ رہا ہو، تو میں حضور کے پیچھے ہو جاتا ہوں۔ پھر خطرہ ہوتا ہے کہ سامنے سے کوئی نہ آ دھمکے۔ تو آپ کے آگے چلنا شروع کر دیتا ہوں"۔ رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ اے ابو بکر! کیا تم چاہتے ہو کہ اگر کوئی تکلیف آئے تو میری بجائے تم اس سے دوچار ہو!! قربان جایئے اس عاشق رسولؐ کے۔ جواب میں عرض کرتے ہیں "بے شک رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا۔ میرا یہی منشاء ہے"۔

جب غار ثور کے پاس پہنچ گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا "یارسول اللہ! ذرا ٹھہرئے میں غار کو اندر سے صاف کر دوں"۔ چنانچہ وہ اندر گئے اور غار کو اچھی طرح سے صاف کیا۔ جب اوپر آنے لگے تو خیال آیا کہ سوراخوں کو تو بند کیا ہی نہیں۔ پھر عرض کیا "اے اللہ کے رسول! تھوڑی دیر توقف فرمایئے۔ میں ذرا سوراخوں کو بند کر لوں"۔ جب سوراخ بند ہو گئے تو آواز دی "یارسول اللہ اندر تشریف لایئے" حضور اندر گئے اور اپنے عاشق صادق کی ران پر سر رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ اسی اثناء میں حضورؐ کو نیند آگئی اور حضورؐ سو گئے۔ ابو بکرؓ بیٹھے تھے کہ ان کی نظر ایک سوراخ پر پڑی جو بند ہونے سے رہ گیا تھا۔ اس خیال سے کہ اس میں سے کوئی سانپ بچھو وغیرہ نہ نکل آئے، انہوں نے اپنا پیر اس سوراخ پر رکھ دیا۔ سوئے اتفاق کہ ایک بچھو اس سوراخ میں موجود تھا اس نے باہر نکلنے کے لئے زور لگایا اور جب راستہ بند پایا تو بے تحاشا ڈنگ مارنے شروع کر دئے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ بچھو کے ایک ہی ڈنگ مارنے سے کیسی دردناک اذیت ہوتی ہے اور جسم میں کیسا زبردست ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہ تو پے در پے ڈنگ مار رہا تھا۔ کیسی اذیت ناک صورت نہ ہوگی ___ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما رہے تھے اور رسولؐ کے اس متوالے کو اپنی جان کی قیمت پر بھی یہ گوارا نہ تھا کہ حضورؐ کے آرام میں معمولی سا خلل بھی آئے۔ پاؤں کی جنبش دینے سے اس کے محبوب کی آنکھ کھل جاتی۔ لہٰذا ٹانگ وہیں رہی، اس کو ہلانے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا ___ تکلیف بڑھتی گئی اور ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئی۔ سارا جسم جھنجھنا اٹھا ___ لیکن ساکن و صامت ___ جسم میں ذرا سی بھی تو حرکت نہیں ہوئی ___ البتہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہ ان کا روکنا اپنے اختیار میں نہ تھا۔

جاؤ، دیکھو، اور دنیا بھر کی تاریخ کی کتابیں کھنگال ڈالو۔ کسی ملک، کسی قوم اور کسی مذہب کے پیروؤں میں ایسا والہانہ عشق، ایسی بے پناہ محبت، فدائیت اور جاں نثاری کے ایسے محیرالعقول کارنامے ڈھونڈے سے بھی نہیں ملیں گے۔ یہ صرف اور صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں کا حصہ تھا۔

غرض آنسو کا ایک قطرہ محبوب کے چہرہ پر گرا تو آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ ابو بکرؓ کی آنکھوں سے آنسو رواں اور چہرے پر شدید کرب کے آثار نمایاں ہیں۔ پوچھا "ابو بکرؓ کیا ہوا"۔ انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور اٹھے اور اپنا لعاب دہن اس جگہ پر مل دیا جہاں بچھو کاٹ رہا تھا ___ یا تو یہ کیفیت تھی کہ تکلیف ناقابل برداشت تھی یا اب حضورؐ کے لعاب دہن ملتے ہی بالکل سکون ہو گیا۔ گویا بچھو نے کبھی کاٹا ہی نہ تھا۔

___○○___

اب ادھر کی سنیے ___ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سو رہے تھے۔ کفار اس انتظار میں تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر نکلیں تو سب مل کر ان کو قتل کر دیں۔ لیکن جب صبح ہوئی اور حضرت علیؓ باہر نکلے تو مشرکین کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ حیرانگی کے عالم میں ان سے پوچھا "محمدؐ کہاں ہے" انہوں نے کہا "ساری رات تم باہر کھڑے پہرہ دیتے رہے ہو اور پوچھتے مجھ سے ہو"۔ اس پر کفار مکہ نے جزبز ہو کر حضرت علیؓ کو کچھ زدوکوب کیا اور پھر حضور علیہ السلام کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

ایک گروہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مکان پر بھی جا پہنچا۔ اس میں ابو جہل بھی شامل تھا۔ اس نے حضرت اسماءؓ سے پوچھا "لڑکی تمہارا باپ کہاں ہے؟" حضرت اسماء نے جواب دیا "مجھے کیا پتہ" اس پر اس بدبخت دشمن رسول نے اس زور کا تھپڑ ان کے منہ پر مارا کہ کان میں سے بالی نکل کر دور جا پڑی اور سارا کان لہولہان ہو گیا۔ لیکن اس اللہ کی بندی نے منہ سے کوئی لفظ نہ نکالا۔ مایوس ہو کر یہ لوگ واپس چلے گئے۔

___○○___

حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قحافہ اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے۔ ان کو جب پتہ لگا کہ ان کا بیٹا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا گیا ہے تو ان کو فکر دامن گیر ہوئی کہ اب ان کی گزر اوقات کس طرح ہوگی۔ اپنی پوتی اسماءؓ سے پوچھنے لگے "تیرا باپ ہمارے لئے بھی کچھ چھوڑ گیا ہے یا سب کچھ اپنے ساتھ ہی لے گیا ہے"۔

اس پوتی کے باپ پر تو رسولؐ کی محبت نے دیوانگی طاری کر دی تھی۔ ایسی دیوانگی جس پر لاکھوں فرزانگیاں قربان کی جا سکتی ہیں۔ وہ تو اپنے محبوب کے عشق میں ایسا مدہوش ہو رہا تھا کہ گرد و پیش سے بالکل بے نیاز ہو گیا تھا۔ محبوب کی ضروریات کے مقابلہ پر گھر والوں کی ضروریات اس کے نزدیک بے معنی تھیں۔ اسی لئے تو وہ اپنی ساری پونجی اپنے محبوب آقاؐ کی ضروریات میں خرچ کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ گھر والوں کے لئے کچھ بھی تو چھوڑ کر نہ گیا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ اس کا محبوب، خدا کا محبوب ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا خدا مشرکین کے خداؤں کی طرح نہیں۔ وہ لازوال طاقتوں اور غیر محدود وسائل کا مالک ہے۔ اس کو کامل یقین تھا کہ وہ خدا جس کے قبضہ قدرت میں رزق کے خزانے ہیں، وہ خود ہی اس کے گھر والوں کی ضرورتوں کا کفیل ہو گا۔ وہ ان کو بھوکا نہیں مرنے دے گا۔ جبھی تو وہ سب کچھ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اور اسماءؓ اسی عاشق رسولؐ کی بیٹی تھی۔ باپ کی طرح خود بھی عشق رسولؐ میں سرشار، دنیا جہان سے بے خبر اور فکر فردا سے بے پرواہ ___ ان کا دل بھی اس حقیقت کو جان چکا تھا کہ ان کا خدا ایک زندہ خدا ہے۔ وہ یقیناً ان کی کفالت کرے گا ___ اسی لئے تو جب دادا نے گھبراہٹ کے عالم میں ان کو سوال کیا کہ "تیرا باپ ہمارے لئے کچھ چھوڑ گیا ہے یا نہیں؟" تو وہ بھاگی بھاگی گئیں اور کچھ کنکر پتھر اس طاق میں رکھ دئے جس میں نقدی رکھی رہتی تھی اور ان پر ایک کپڑا ڈال دیا۔ پھر دادا کے پاس آئیں۔ ابو قحافہ نابینا تھے، ان کا ہاتھ پکڑ کر لے گئیں اور کہنے لگیں "آپ گھبرائیں نہیں، وہ ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں"۔ یہ کہا اور اس ڈھیر پر ہاتھ رکھ کر دادا کی تسلی کروا دی ___ ٹھیک ہی تو کہا تھا اسماء نے ___ ان کا باپ ان کے لئے وہ انمول دولت چھوڑ گیا تھا جو ساری دنیا کے بادشاہوں کے خزانوں میں بھی نہیں تھی ___ توکل علی اللہ کی دولت ___

___○○___

مشرکین، مکہ میں حضورؐ کی تلاش میں ناکام ہو کر باہر نکلے۔ کھوجیوں کی امداد حاصل کی گئی۔ یہ کھوجی اپنے فن میں ماہر ہوتے ہیں اور بالکل ٹھیک ٹھیک سراغ لگاتے ہیں۔ چنانچہ یہ کھوجی سراغ لگاتے لگاتے عین غار ثور کے دہانے پر پہنچ گئے اور یہاں پہنچ کر کہنے لگے کہ "یا تو محمد یہاں ہی کہیں ہیں یا پھر آسمان پر اڑ گئے ہیں"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ غار میں سے یہ سب گفتگو سن رہے تھے۔ مشرکین کے پاؤں تک ان کو نظر آ رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر ابو بکرؓ گھبرا گئے۔ گھبراہٹ اس وجہ سے نہیں تھی کہ ان کو اپنی جان کی کوئی فکر تھی۔ اپنی تو ہزار جانیں بھی وہ اپنے آقا پر فدا کرنے کو تیار تھے۔ فکر تھی تو اپنے مقدس ساتھی کی۔ اسی گھبراہٹ میں کہنے لگے "یا رسول اللہ! وہ تو سر پر آگئے، اب کیا ہو گا"۔

ابو بکر کا مقدس ساتھی خدا کا فرستادہ تھا۔ وہ دنیا میں پیدا ہونے والے سب انسانوں سے افضل تھا۔ وہ خدا تو نہیں تھا لیکن خدا نما ضرور تھا۔ اس بلند شان کو کون پا سکتا ہے۔

شان احمدؐ را کہ داند جز خداوند کریم
آں چناں از خود جدا شد کز میاں افتادیم
زاں نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد
پیکر اوشد سراسر صورت رب رحیم

احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان کو سوائے

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK
ROAD, SOUTHFIELDS,
LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

TAHIR JEWELLERS
COMPETITIVE PRICES
FOR INDIAN JEWELLERY
SALES AND REPAIRS
43 DUCKWORTH GROVE
BRADFORD BD9 5HQ
0274 496 673

خداوند کریم کے اور کون جان سکتا ہے۔ وہ اپنی خودی سے اس طرح الگ ہو گیا کہ "میم" درمیان سے گر گیا۔ وہ اپنے معشوق میں اس طرح محو ہو گیا کہ کمال اتحاد کی وجہ سے اس کی صورت بالکل رب رحیم کی صورت بن گئی۔

خدا اس سے ہمکلام ہوتا تھا۔ اس کو یقین محکم تھا کہ خدا تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرے گا۔ اسلئے بڑے ہی اطمینان اور کمال سکون کے ساتھ خدا کے اس محبوب نے اپنے ساتھی سے کہا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

"ابو بکر گھبراؤ مت اللہ ہمارے ساتھ ہے"

پھر مزید فرمایا:

"ہم دونوں اکیلے نہیں تیسرا ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے"

ابو بکر نے عرض کیا" یا رسول اللہ مجھے اپنی تو کوئی فکر نہیں۔ میں اگر مارا گیا تو ایک فرد مارا جائے گا لیکن میرے ماں باپ قربان یا رسول اللہ! اگر آپ کو خدا نخواستہ کوئی گزند پہنچا تو پوری امت ہلاک ہو جائے گی"

تب خدا اپنے محبوب سے مخاطب ہوا اور اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر حضورؐ نے دوبارہ فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

کیسا یقین تھا اس کو اپنے خدا کی ذات پر۔ کتنا بھروسہ تھا اس کو اپنے پیدا کرنے والے کی امداد پر۔ اوپر دشمن کھڑے ہوئے ہیں۔ ذرا سا بھی جھانک کر دیکھ لیں تو دونوں نظر آ جائیں اور پھر انجام معلوم۔ ایسے خطرناک وقت میں بھی وہ یہ نہیں کہتا:

ایلی ایلی لما سبقتنی

"اے میرے خدا، اے میرے خدا، تو نے مجھے اکیلا کیوں چھوڑ دیا"

اس کی زبان سے نکلا تو یہی نکلا۔ اپنے جاں نثار ساتھی سے اس نے یہی کہا:

"ہم اکیلے نہیں ہیں، خدا ہمارے ساتھ ہے"

اور خدا ان کے ساتھ تھا۔ اس نے معجزہ دکھایا۔ ایسا کہ آج بھی دنیا حیران ہے۔ وہ خدا جو زمین اور آسمان کا مالک ہے۔ جس کا حکم ہر ذی روح پر چلتا ہے۔ اس نے مکڑی کو حکم دیا کہ غار کے دہانے پر ایک جالا تن دے۔ جالا تنا گیا اور جب اوپر کھڑے ہوئے لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ اندر جھانک کر تو دیکھو شاید دونوں اندر ہی چھپے ہوں۔ تو باقی لوگ اس کا مذاق اڑانے لگے کہ بھلا اس غار میں بھی کوئی انسان جا سکتا ہے۔ اس کے تو منہ پر جالا تنا ہوا ہے۔ اگر کوئی اندر جاتا تو یہ جالا کیسے برقرار رہ سکتا تھا۔

خدا کا فرمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی بات پوری ہوئی۔ دشمنوں کی عقلوں پر پردے پڑ گئے۔ ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ وہ عین غار کے سرے پر پہنچ کر بھی خائب و خاسر اور ناکام و نامراد واپس چلے گئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ انتظام کیا ہوا تھا کہ ان کے صاحبزادے عبداللہ بن ابی بکرؓ دن بھر مکے میں رہیں اور کفار کے خیالات اور دن بھر کی سرگرمیاں دیکھیں اور رات کے وقت آ کر حضورؐ کے گوش گزار کر دیا کریں۔

اسی طرح اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو حکم دیا تھا کہ وہ بکریوں کا ریوڑ دن بھر ادھر ادھر چراتے پھرا کریں اور رات کو ان بکریوں کا دودھ خدمت نبوی میں پیش کر دیا کریں۔

اپنی بیٹی اسماءؓ کے سپرد یہ خدمت تھی کہ وہ کھانا تیار کر کے رات کے وقت انتہائی احتیاط اور رازداری کے ساتھ غار نشینوں کو پہنچایا کریں۔

اللہ اللہ کیا شان تھی اس خاندان کی بھی۔ سب کے سب رسول اللہ کے راز میں شریک اور ہمہ تن خدمت میں معروف برکتوں اور رحمتوں سے جھولیاں بھر رہے تھے۔ اسماءؓ نوجوان لڑکی تھی۔ اس کے لئے رات کے وقت بھیانک اندھیرے میں چٹیل میدان اور سنسان پہاڑی پر جانا اور وہ بھی اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو، بڑے دل گردے اور جان جوکھوں کا کام تھا۔ ان تینوں کے راستے میں خطرات تھے اور بہت تھے۔ لیکن عشق تو اندھا ہوتا ہے ان سب خطرات سے بے نیاز، اللہ کے بندے اپنے اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔

آج کون ایسا مسلمان ہے، جو عبداللہ بن ابی بکرؓ کا نام عزت سے نہیں لیتا۔ عامرؓ بن فہیرہ، ابو بکرؓ کے غلام تھے لیکن آج محمدؐ کے غلاموں میں سے کون ایسا ہو گا جس کا دل یہ نہ چاہتا ہو کہ کاش عامرؓ بن فہیرہ کی جگہ میں ہوتا اور بکریاں چرانے کی سعادت مجھے نصیب ہوئی ہوتی۔ اسماءؓ بنت ابو بکرؓ عورت تھیں، کمزور، ناتواں لیکن قیامت تک ان کا نام تاریخ کے صفحات میں جگمگاتا رہے گا۔ ناممکن ہے کہ کوئی مؤرخ تاریخ اسلام پر قلم اٹھائے اور تینوں کا ذکر کئے بغیر آگے بڑھ جائے۔

مبارک تھی وہ اولاد جو ابو بکرؓ کے نطفے سے پیدا ہوئی اور مبارک تھا وہ غلام جس کو ابو بکرؓ جیسا آقا نصیب ہوا۔

تین روز تک عازمین ہجرت، غار ہی میں قیام پذیر رہے۔ پھر جب عبداللہ بن ابی بکرؓ کی زبانی معلوم ہوا کہ تلاش کی سرگرمیاں کچھ ماند پڑ گئی ہیں اور مشرکین مکہ تھک ہار کر بیٹھ گئے ہیں تو دونوں اونٹنیاں منگوائی گئیں۔ ایک اونٹنی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ دوسری پر حضرت ابو بکر صدیقؓ اور ان کے غلام عامرؓ بن فہیرہ سوار ہوئے اور یہ قافلہ مدینے کی طرف چلا۔ ایک اور شخص عبداللہ بن اریقط بھی قافلے میں شامل تھا۔ اس کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اجرت دے کر مدینے تک راستہ بتانے کے لئے تیار کیا تھا۔

مدینے کی طرف روانہ ہوتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف منہ کیا اور فرمایا:۔

"اے مکہ! تو مجھے سب شہروں سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے"۔

اس پر حضرت ابو بکرؓ بولے:

"ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے اب یہ ضرور ہلاک ہونگے"

اے مکہ کے لوگو! تم بدقسمت تھے۔ تم نے اپنی گدڑی میں سے لعل بے بہا نکال کر باہر پھینک دیا۔ تم نے اس کی قدر نہ جانی اور تم اس نور سے محروم ہو گئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے، اپنے برگزیدہ بندے ابراہیمؑ کی درد اور الحاح سے کی ہوئی دعا کے نتیجہ میں تم پر اتارا تھا۔ اس کی پاداش میں تمہارا نام صفحہ ہستی سے مٹ گیا اور ابدالآباد تک تم نفرت اور حقارت کے ساتھ یاد کئے جاتے رہو گے۔

اور اے مدینے والو! تم خوش قسمت تھے۔ تم نے اس دولت سے جھولیاں بھر لیں جو ہمیشہ برقرار رہنے والی تھی۔ تم نے اس نور سے حصہ پایا" جو ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض کسی چیز ارضی و سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں، جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع مظہر ہمارے سید مولیٰ، سیدالانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں"۔

اے اہل مدینہ! تم نے اس نور کی پذیرائی کی، جس نے تمہارے اندھیروں کو چکا چوند کر دیا۔ جس سے مدینے کی گلیاں جگمگا اٹھیں اور جس نے تمہارے دلوں کو منور کر دیا۔ تم ہمیشہ ہمیش کے لئے اس کے وارث قرار پائے اور برکتیں اور رحمتیں تمہارا مقدر بن گئیں۔

—○○—

جلسہ سالانہ برطانیہ (۱۹۹۴ء) کے

روح آفریں تجربات

جماعت احمدیہ برطانیہ کے ۲۹ ویں جلسہ سالانہ کے آخری روز اختتامی خطاب اور دعا کے بعد جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مختلف ممالک کی جماعتوں اور وہاں کے احمدیوں کا ذکر شروع فرمایا۔ جو سیٹلائیٹ کے ذریعہ براہ راست اس جلسہ کی کاروائی کو سن اور دیکھ رہے تھے تو دنیا بھر کے مختلف ممالک سے حضور کی خدمت میں بذریعہ ٹیلیفون سلام اور مبارک باد کے پیغام آنے لگے۔ عالمی اخوت اور اتحاد کا یہ بہت ہی دلچسپ اور ایمان افروز نظارہ تھا۔ مکرم و محترم ثاقب زیروی صاحب نے لاہور سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں اپنے ایک خط میں اس جلسہ کا ذکر کرتے ہوئے خصوصیت سے اس روح پرور منظر پر موزوں ہونے والے تین فی البدیہہ اشعار لکھ کر بھجوائے جو ہدیہ قارئین ہیں۔ آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں:۔

"......... رات تو حضور نے ہم دور افتادوں کا بھی جلسہ بنا دیا۔ ویسے بھی اب کے ان تین دنوں کی شان ہی نرالی تھی۔ ہر آئٹم ایک پروگرام بن گیا تھا جس کا نکتہ مرکزیہ حضور کی ذات بابرکات ہوتی تھی۔ سانسوں تک کی کھنک محسوس ہوتی رہی۔ بس "لمس" کی کمی تھی شاید میرا خدا وہ بھی کبھی پوری کر دے۔ بہرحال ہم اس کی رضا پر راضی ہیں۔ نئے تجربے روح آفریں رہے۔ خاص طور پر الہامی قصیدے کو با جماعت پڑھنے کا تجربہ۔ سبحان اللہ کس قدر تحدی اور اطمینان قلب تھا ان اشعار میں۔

رات جب حضور بعد از دعا پھر بیٹھ گئے اور اپنے جاں نثاروں سے باتیں ہونے لگیں تو جو مہمان عزیزی طاہر نے (غیر از جماعت) تقریر سننے کے لئے بلائے تھے ان میں سے ایک نے میری طرف دیکھا اور کہا۔ "ثاقب جی! اور یہ منظر؟۔ کچھ ہو جائے"۔ میں حضور کے شوق و اضطراب کو دیکھ کر کہیں اور کھویا ہوا تھا۔ اس ظالم محبت اور عقیدت کے بھی کئی بطن ہیں۔ میری روح تو یہ منظر دیکھ کر تحلیل ہو ہو گئی۔ ہاں تو اس دوست کے یہ کہنے پر میں نے کہہ دیا کہ۔ ہاں واقعی ہونا چاہئے۔ مگر فوراً ہی مجھے خیال آیا کہ ان کا مطلب کیا ہے؟ فوراً ذہن پر زور دیا تو عالم موجود پر فی البدیہہ تین شعر ہو گئے جو ایک کاغذ پر لکھ کر انہیں دے دئے گئے۔ ـ

ہائے وہ بعد از دعا کہنا کسی کا شوق میں
وہ جو ہو جاتا ہے نام مصطفیٰؐ پر اشکبار
آؤ کچھ دیر اور یکجا بیٹھ کر باتیں کریں
ان سے پوچھیں تو کہ کس عالم میں ہیں یاران یار
سوز پروانہ بجا ایثار پروانہ درست
پر وہ شمع جو ہو پروانوں سے بڑھ کر بے قرار"

الفضل انٹرنیشنل کی زیادہ سے زیادہ خریداری کے ذریعہ اس روحانی چشمہ کے فیض کو عام کریں۔ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ دوسروں کو بھی خریداری کی طرف توجہ دلائیں۔ (مینیجر)

AUTO REPAIRS

ANY AUTO ELECTRICAL
OR MECHANICAL REPAIRS
ALL CAR MODELS AND MAKES

FOR FURTHER INFORMATION CALL
NASEER AHMAD KHALID
ON:
(081) 789 1913

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NAEEM OSMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

جستہ جستہ

حضرت مولوی محمد حسین صاحب (سبز پگڑی والے) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات و واقعات پر مشتمل ایک کتاب حال ہی میں "میری یادیں" کے نام سے شائع ہوئی ہے جس میں خود حضرت مولوی صاحب کی زبانی بہت سے دلچسپ واقعات درج ہیں۔ یہ واقعات بہت ہی ایمان افروز اور مفید اسباق پر مشتمل ہیں۔ خصوصاً داعیان الی اللہ ان سے بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ذیل میں ایسے ہی چند مفید اور دلچسپ، ایمان افروز واقعات پیش کئے جا رہے ہیں۔

اگر آپ کے ساتھ بھی ایسے واقعات گزرے ہوں یا کسی اور کے واقعات آپ کے علم میں ہوں یا آپ کے زیر مطالعہ کسی کتاب میں کسی پہلو سے بھی کوئی ایسی بات نظر سے گزرے جو آپ سمجھتے ہیں کہ الفضل کے قارئین کے لئے علم میں اضافہ کا موجب ہوگی یا کسی پہلو سے مفید اور دلچسپی کا باعث ہوگی تو مکمل اور مستند حوالہ کے ساتھ ایسے واقعات، تحریریں ہمیں بھجوائیں۔ ہم انشاء اللہ انہیں الفضل کی زینت بنائیں گے۔

(مدیر)

"شہر عشار اور بصرہ کا تقریباً دو میل کا فاصلہ تھا۔ دریائے دجلہ اور فرات کے کنارہ پر عشار یعنی عشرہ تھا اور اسی کنارہ پر ایک کارخانہ ڈبلیو۔ ٹی کا ڈاکیارڈ تھا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ مکان بنے ہوئے تھے۔ غالباً ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو لڑائی بند ہو گئی تھی اور ۱۵ نومبر ۱۹۱۸ء کو ہمیں اس کارخانہ میں کام کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ جب مجھے وہاں رہتے ہوئے تین چار دن گزر گئے تو بعض آدمیوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ نماز پڑھنے کے لئے مسجد کیوں نہیں آتے؟ نماز آپ یہاں پڑھ لیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ میرا چونکہ ان لوگوں سے ابھی پورا تعارف نہ تھا نیز حضور اور قادیان سے دور تھا۔ کوئی خونی رشتہ دار بھی وہاں نہ تھا لہذا طبیعت بہت اداس رہتی تھی اور بڑی خاموشی سے زندگی بسر ہو رہی تھی۔ اس کارخانہ میں تقریباً دو ہزار آدمی تھا جن میں اکثریت ہندو، عیسائی اور سکھ تھے۔ نو صد کے قریب مسلمان تھے۔ ان میں سے صرف میں ہی اکیلا احمدی تھا۔ دوسرے مسلمان لاہور، امرتسر، فیروز پور، جالندھر و گورداسپور وغیرہ کے تھے۔ میں چپکے سے اس کوشش میں لگا رہا کہ کسی اور احمدی کا پتہ چل جائے لیکن کارخانہ میں کوئی احمدی نہ تھا۔ اس لئے میں نے ان لوگوں کو اپنی علیحدہ نماز کے متعلق کچھ نہ بتایا۔ ایک دن پھر انہوں نے یہی سوال کیا کہ آپ دوسروں کو تو مسئلہ بتاتے ہیں نماز کی بھی تاکید کرتے ہیں اور قرآن پاک کی تلاوت بھی روزانہ کرتے ہیں۔ رات کو اٹھ کر نفل بھی پڑھتے ہیں اور داڑھی بھی رکھی ہوئی ہے مولوی معلوم ہوتے ہیں اس لئے صرف یہ بتا دیں کہ آپ مسجد میں نماز با جماعت کیوں نہیں ادا کرتے۔ میں نے آج خاموش رہنا مناسب نہ سمجھا اور ان پر ظاہر کر دیا کہ میں احمدی ہوں اور میری نماز ان لوگوں کے پیچھے نہیں ہوتی اس لئے میں الگ اپنے ڈیرے پر ہی پڑھ لیتا ہوں مگر آپ یہ بتائیں کہ نہ آپ مسجد میں اور نہ ڈیرے پر کہیں بھی نہیں پڑھتے۔ آپ کو میری نماز کا کیوں فکر ہے۔ وہ لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے مگر خفیہ طور پر لوگوں میں میرے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور میرے ساتھ بات چیت بند کر دی۔ اور اپنے طور پر آپس میں مجھے سنانے کے لئے حضرت صاحب پر قسم قسم کے اعتراض کرتے مگر میرا جواب نہ سنتے۔ میں بھی انہیں سنا سنا کر اپنی عقل کے مطابق جواب دیتا رہتا۔

مومن اکیلا نہیں رہتا

ایک دن مجھے سخت گھبراہٹ ہوئی، اس خیال سے کہ مومن تو کبھی اکیلا نہیں رہتا جب کہ میں اکیلا ہوں مجھے اپنی فکر کرنی چاہئے۔ کیا میں مومنوں میں شامل نہیں ہوں؟ دل میں بڑا جوش اٹھا۔ میں دریا کے کنارے چلا گیا اور دعا کرنے لگ گیا کہ اے میرے مولا کریم اگر میں مومن نہیں ہوں تو اپنے زور سے تو بن نہیں سکتا۔ مجھے مومن بنانا بھی تیرا ہی کام ہے۔ میری تو تیرے ہی دربار میں التجا ہے کہ میری نصرت فرما۔ غرضیکہ دعا سے مطمئن ہونے کے بعد واپس اپنے ڈیرے پر آ گیا۔ اس سے اگلے دن نصف شب کے قریب ایک بڑا شریف اور نمازی آدمی (احمد دین) میرے پاس آیا جو ضلع راولپنڈی کا رہنے والا تھا۔ وہ کہنے لگا مولوی صاحب میری بیعت لے لیں۔ میں بڑا حیران ہوا کہ یہ شخص کون ہے جو نصف شب کے قریب مجھے جگا کر یہ الفاظ کہہ رہا ہے۔ میں نے موم بتی جلائی اور بڑی محبت سے اپنے پاس بٹھا کر پوچھا کہ اب بتائیں کہ کیا بات ہے؟ اس نے بتایا کہ میں بعد نماز عشاء درود شریف پڑھتے پڑھتے سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ دو بزرگ میرے پاس آئے ہیں۔ ایک بزرگ نے میرے سوال پر جواب دیا کہ تم چونکہ درود شریف پڑھا کرتے ہو اس لئے یہ دوسرے بزرگ حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی آپ کے پاس تشریف لائے ہیں۔ یہ سن کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور میں نے آگے بڑھ کر حضور کا ہاتھ چومنے کی کوشش کی تو آپ نے ہاتھ نہ دیا اور فرمایا کہ اب میرا زمانہ نہیں ہے۔ میں نے پوچھا حضور پھر کس کا زمانہ ہے؟۔ حضور نے فرمایا آؤ میرے ساتھ چلو تمہیں بتا دوں۔ میں ساتھ چل پڑا تو حضور مجھے آپ کے پاس لے آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر آپ کے ہاتھ میں دے دیا اور خود غائب ہو گئے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی اور اب میں آپ کے پاس آ گیا ہوں۔ میں نے کہا بہت اچھا آپ آرام کریں صبح انشاء اللہ تعالیٰ میں آپ کو بتا دوں گا کہ اب کس کا زمانہ ہے۔

صبح کی نماز کے بعد وہ پھر آ گئے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اب حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے اور اب ان کے دوسرے خلیفہ آجکل قادیان میں ہیں۔ آپ ان کی بیعت میں شامل ہو جائیں آپ کو ایک بزرگ ہستی خود تشریف لا کر تبلیغ کر گئی ہے۔ اس شخص نے بخوشی بیعت کر لی اور اپنا بستر بھی میرے پاس اٹھا لائے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اکیلے نہیں چھوڑا۔ اس کے بعد قرآن کریم سیکھنے والے نوجوان مل گئے جن کی تعداد بارہ کے قریب تھی۔ میں نے قادیان سے قاعدہ یسرنا القرآن منگوا لئے اور پڑھانے شروع کر دئے۔ سب نے خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام قرآن کریم مکمل کیا۔ سب کے نام میرے پاس محفوظ تھے مگر سب کچھ قادیان میں ہی رہ گیا۔ چند نام یاد رہ گئے ہیں۔ (۱) محمد شریف فیروز پوری (۲) نتھو امرتسری (۳) بابا عبداللہ سیالکوٹی (۴) محمد جعفر بیگ لاہوری (۵) عبدالمجید دہلوی (۶) فضل کریم پٹھانکوٹی وغیرہ وغیرہ۔ مخالفین نے کئی آدمیوں سے تبادلہ خیالات کرایا اور ناکام رہے۔ پھر حملہ کروا کے مروانا چاہا مگر میرے شاگردوں نے بار بار بلند آواز سے یہ اعلان کیا کہ احمدی مولوی صاحب ہمارے استاد ہیں اور ہمارے دلوں میں ان کی اپنے باپوں سے بھی زیادہ عزت ہے اس لئے مسائل میں آپ بے شک انہیں شکست دیں کیونکہ ہمارے عقائد بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہیں۔ مگر اخلاق سے گری ہوئی بات اگر کسی نے مولوی صاحب کو کہی یا جسمانی تکلیف دینے کی کوشش کی تو ہم ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ اور حملہ کرنے والے کی ہڈیاں توڑ دیں گے خواہ ہمیں قید ہی کیوں نہ بھگتنی پڑے۔ میرے مولا کریم نے شریف نوجوانوں کی پارٹی مجھے دے دی جس سے مجھے بہت آرام ملتا رہا۔ کھانے پینے اور اوڑھنے بچھونے کا سب کام وہی کرتے تھے۔ میرا کام صرف سرکاری کام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد نمازیں پڑھنا، قرآن کریم پڑھانا اور آنے جانے والوں سے گفتگو کرنا ہی تھا اور بس۔

ایک روز عشاء کی نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک بنگالی نوجوان جہاز سے اتر کر کسی مولوی کی تلاش میں میرے پاس پہنچا اور السلام علیکم کہا۔ میرے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ ہمارے ساتھ مارگل نمبر ۲ کے ایک بہت بڑے مولوی صاحب ہیں جو سہارنپور کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ آپ مولود شریف کرائیں میں وقت پر آ جاؤں گا مگر جب ہم نے انتظامات مکمل کر لئے اور کنارہ پر موجود جہازوں میں سے سب مہمان اکٹھے ہو گئے تو ان کی طرف سے اطلاع آئی کہ بیمار ہو گیا ہوں لہذا نہیں آ سکتا۔ ہمیں یہ سن کر سخت مایوسی ہوئی اور ہم شام سے کسی مولوی کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ اب آپ کے پاس پہنچے ہیں۔ براہ کرم آپ ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں۔ میں اپنے بارہ شاگردوں کے ساتھ قرآن کریم لے کر کشتی کے ذریعہ جہاز پر پہنچا۔ تمام جہاز پبلک سے بھرا ہوا تھا اور سب مایوس بیٹھے تھے۔ ہمارے پہنچنے پر سب کو مرغ پلاؤ کھلایا گیا۔ بعدہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات بیان کرنے شروع کر دئے اور تقریر میں مخالفین اسلام کے منصوبے خاک میں ملتے ہوئے بتائے۔ غرضیکہ فتح مکہ تک کا ذکر کیا۔ سب لوگ تقریر سن کر بہت خوش ہوئے اور دعا پر جلسہ برخاست ہوا۔ جہاز کے سارنگ نے بتایا کہ ہم جتنے مایوس ہوئے تھے اس سے بڑھ کر ہمیں خوشی ہوئی ہے اور ساتھ ہی میرے بار بار انکار کے باوجود اس نے زبردستی کچھ نذرانہ میری جیب میں ڈال دیا۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں نے بھی مصافحہ کرتے ہوئے نذرانہ پیش کیا۔ بعدہ وہ لوگ کنارہ پر چھوڑ گئے۔ نذرانہ کی کل رقم ساٹھ روپے کے قریب بنی۔ بنگال میں مولود شریف کا بہت رواج ہے۔ بڑی خوش نما مجلس قائم کی جاتی ہے۔ خوشبو اور صفائی کا خاص انتظام کیا جاتا ہے۔ جگہ کو دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے۔ مذکورہ مولود شریف میں مچھلی و دال کے علاوہ ۴۰ مرغیاں پکائی گئی تھیں۔ وہ اپنے آڑے کاموں کو درست کرنے کے لئے مولود شریف کی منت مانتے ہیں اور پھر اسے پورا کرتے ہیں۔

جب اس جہاز کے لوگ سہارنپور کے بڑے مولوی صاحب سے ملے اور میرا ذکر بھی کیا کہ انہوں نے آ کر مولود شریف پڑھایا اور قرآن کریم کا وعظ کیا اور لوگ سن کر بہت خوش ہوئے تو مولوی صاحب نے ایک احمدی کی یہ تعریف سن کر سخت تیوری چڑھائی اور ان لوگوں سے جنہوں نے پہلے بھی میری گفتگو سنی ہوئی تھی ان کو مولوی صاحب نے مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ ہمارے ایک احمدی دوست نے چیلنج منظور کر لیا اور اتوار کا دن مقرر ہو گیا۔ میں بھی وقت مقررہ پر پہنچ گیا۔ وہاں صرف ایک دو احمدی ڈاکٹر صوبیدار محمد یعقوب خان صاحب اور میجر نور الدین صاحب تھے۔ باقی سب احمدیوں کو اطلاع کر کے بلوایا گیا۔ حیات و ممات مسیح پر عاجز سے بحث ہوئی۔ غیر احمدیوں میں یہ چرچا ہو گیا کہ احمدی مولوی بہت آیتیں پڑھتا ہے اور ہمارا مولوی "رفع" پر ہی پھنسا ہوا ہے اور رفع کے معنی زندہ آسمان پر جانا ثابت نہیں کر سکا۔ مولوی صاحب اپنے ہی آدمیوں سے لڑنے لگے اور اس طرح یہ مناظرہ ختم ہو گیا۔ ہمارا ان پر بہت اچھا اثر ہوا۔ غرضیکہ اسی قسم کے چودہ پندرہ مناظرے ہوئے۔ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ نے خاص نصرت فرمائی۔

ایک درزی مولوی سے مکالمہ

ایک روز ایک سیالکوٹی سول درزی جو کچھ مولوی بھی تھا اور میرا واقف بھی نہ تھا لیکن مولوی ابراہیم سیالکوٹی کا بڑا مداح اور شاگرد تھا ہمارے پاس آیا۔ ہم اس وقت شام کا کھانا کھا رہے تھے۔ آتے ہی کہنے لگا کہ اس جگہ کیمپ میں سنا ہے کہ کوئی مرزائی مولوی رہتا ہے۔ میں نے ذرا اس کی خبر لینی ہے۔ کیا آپ لوگوں کو اس کا کچھ پتہ ہے؟ میں نے اپنے شاگردوں کو خاموش رہنے کی تلقین کرتے ہوئے اسے کہا کہ ہاں ہمیں پتہ ہے۔ ہم آپ کو اس سے ملانے کی کوشش کریں گے۔ آپ پہلے کھانا کھا لیں۔ اس نے کہا اس کی خبر لینا ہی میرا کھانا ہے۔ میرے اصرار پر وہ کھانا کھانے بیٹھ گیا۔ ہم کھانا بھی کھاتے رہے اور اس طرح بات بھی شروع کر دی کہ مولوی صاحب آپ اس مولوی کو کیا سمجھائیں گے وہ تو قرآن کریم سے واقف معلوم ہوتا ہے۔ کہنے لگا کیا مرزائی اور قرآن اکٹھے ہو سکتے ہیں؟ میں نے کہا پھر آپ کبھی پہلے اس سے ملے نہیں ہونگے۔ کہنے لگا اگر

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں

خریداران سے گزارش

اپنے پتہ کی تبدیلی یا تصحیح کے لئے اطلاع دیتے وقت ایڈریس لیبل پر درج AFC حوالہ نمبر ضرور درج کریں شکریہ

(مینیجر)

تاریخ احمدیت

۱۸۸۸ء

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جون ۱۸۸۸ء میں وزیرالدولہ مدبر الملک خلیفہ سید محمد حسن خانصاحب وزیر اعظم پٹیالہ کی درخواست پر پٹیالہ تشریف لے گئے۔ وہ حضرت کے خاص عقیدت مندوں میں سے تھے۔ جب براہین احمدیہ شائع ہوئی تو وہ دل و جان سے آپ کے گرویدہ ہو گئے اور اس کی اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔ آپ بصد ذوق و شوق براہین پڑھتے، دوسروں سے پڑھوا کر سنتے اور گھنٹوں سر دھنتے اور زبان سے بار بار فرماتے "فی الحقیقت یہ شخص علمائے ربانی میں سے ہے"۔

حضرت کے سفر پٹیالہ کے ایمان افروز حالات جناب مرتضیٰ خان حسن صاحب نے اخبار پیغام صلح ۲۶ مئی ۱۹۵۴ء میں شائع کرائے تھے جو درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"وزیر صاحب کی دعوت پر حضرت اقدس جون ۱۸۸۸ء میں پٹیالہ تشریف لے گئے۔ آپ حضرت کی آمد پر جامے میں پھولے نہ سماتے تھے۔ ریاست میں اعلان کیا کہ ہمارے ایک عالم ربانی تشریف لا رہے ہیں ان کی زیارت کے لئے سب کو آنا چاہئے حضرت تشریف لائے تو آپ کا استقبال اس شان و شوکت سے کیا جس طرح بڑے بڑے راجاؤں اور نوابوں کا کیا جاتا ہے۔ ریاست کے دستور کے مطابق ہاتھی اور گھوڑے لے کر اسٹیشن پر گئے اور شاندار جلوس حضرت کے استقبال کے لئے مرتب کیا۔ وزیر صاحب فرماتے "دنیا کے لوگوں کی عزت تو کی جاتی ہے مگر اصل عزت کے لائق یہ لوگ ہیں جو دین کی جائے پناہ ہیں"۔ استقبال کے وقت لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع تھے۔ لوگ شوق زیارت سے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس قدر خلقت کا اژدہام تھا کہ پٹیالہ کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مگر حضرت ہیں کہ اس ظاہری شان و شوکت کی طرف آنکھ بھی اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ نہ کسی دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں نہ فخر ہے نہ غرور نہ تکبر۔ وہی سادگی، وہی منکسرالمزاجی جو جبلت میں خدا نے ودیعت فرمائی تھی اب بھی عیاں ہے۔ آنکھیں حیا سے جھکی ہیں، لب ہائے مبارک پر ہلکا ہلکا تبسم ہے۔ چہرہ پر انوار الٰہی کی بارش ہو رہی ہے گویا ابھی غسل کر کے باہر نکلے ہیں۔ دیکھنے والوں کی نظر آپ پر پڑتی ہے تو سبحان اللہ سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ چاروں طرف سے السلام علیکم، السلام علیکم کی آواز آتی ہے۔ آپ کمال وقار سے ہر ایک کا جواب دیتے اور دونوں ہاتھوں سے اور کبھی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں۔

جتنے دن آپ پٹیالہ میں مقیم رہے زائرین کا تانتا بندھا رہا۔ آپ اپنے مواعظ حسنہ سے طالبان ہدایت کو فیضیاب کرتے رہے۔ مختلف مجالس میں مختلف مسائل کا ذکر ہوتا تھا بالخصوص آریوں اور عیسائیوں کے متعلق اور ان کی خلاف اسلام کاروائیوں کا اکثر ذکر ہوتا تھا۔ انہی دنوں میں آپ قریب کے ایک قصبے سنور بھی تشریف لے گئے جو آپ کے مخلص دوست مشہور و معروف مولوی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ کا مولد و مسکن تھا۔ یہ حضرت کے اخلاق کریمانہ کے تقاضے سے تھا کہ آپ ایک بڑے آدمی کی دعوت پر پٹیالہ گئے تو اپنے ایک غریب دوست کو بھی جس کی دنیوی حیثیت پٹواری سے زیادہ نہ تھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔ جو شخص شاہی مہمان ہو اور جس کا اس قدر تزک و احتشام سے استقبال کیا گیا ہو اس کا ایک غریب شخص کے گھر پر چلے جانے میں عار نہ سمجھنا فی الحقیقت اس امر کی دلیل ہے کہ یہ شخص اخلاص کا بے انتہا قدردان ہے۔ حضرت کا اصول تھا کہ اپنے مخلص دوستوں کی خواہ وہ دنیوی حیثیت میں کتنے ہی ادنیٰ ہوں بے پناہ عزت اور محبت کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

قدر یمان خود را بیفزائے قدر

حضرت والا مولانا محمد عبداللہ خان صاحب مرحوم و مغفور ان دنوں پٹیالہ میں ہی تھے چنانچہ سب سے پہلی دفعہ آپ کو اسی جگہ حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے اس ملاقات کا اپنی خود نوشتہ سوانح حیات میں جو فارسی میں ہے ذکر فرمایا ہے۔ یہ ۱۳ جون ۱۸۸۸ء کی تحریر ہے۔ حضرت اقدس کی کتاب براہین احمدیہ اور آپ کے چیلنج کا جو اس کتاب میں مخالفین اسلام کے نام ہے مفصل ذکر کرتے ہوئے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں:-

" ۱۳ جون ۱۸۸۸ء چوں بقصبہ سنور کہ متصل پٹیالہ است تشریف آوردند مشرف بزیارت گشتم۔ میانہ قد۔ گندم گوں، کشادہ پیشانی۔ ریش مخضب بخضاب، عمر قریب چہل سال داشتند۔ سلام گفتہ مصافحہ کردہ نشستم خلقے بزیارت ایشاں گرد آمد بود۔ از چہرہ اش آثار بزرگی و جلال الٰہی نمودار...... و ظاہرش باحکام شریعت موافق و استوار والباطن بعلمہ اللہ حلم و حیا بسے غالب نماز پیشین در پس ایشاں ادا کردم ..... ہرچند کہ استعداد شناختن ایں چنیں مردم ندارم مگر وجود باجود ایشاں بمنزلہ رحمت الٰہی .... و برائے اسلام و اسلامیاں تقویت لاانتہای است از مجدد بودن ایشاں انکار کردن بجز جہل و نادانی چیزے دیگر نیست سلمہ اللہ"۔

ترجمہ:- حضور جب شہر پٹیالہ سے متصل قصبہ سنور تشریف لائے تو مجھے آپ کی زیارت نصیب ہوئی۔ میانہ قد، گندم گوں، کشادہ پیشانی، ڈاڑھی خضاب کی ہوئی۔ عمر چالیس سال کے قریب رکھتے تھے۔ سلام کہہ کر مصافحہ کیا۔ بیٹھ گیا۔ بہت مخلوق آپ کے دیدار کے لئے آئی ہوئی تھی۔ آپ کے چہرے سے بزرگی اور جلال الٰہی کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کا ظاہر احکام شریعت کے موافق اور باطن اللہ جانتا ہے۔ حلم و حیا آپ پر غالب تھے۔ نماز ظہر آپ کے پیچھے ادا کی۔ ہرچند کہ ایسے لوگوں کی استعداد شناخت نہیں رکھتا۔ مگر ان کا وجود مبارک بمنزلہ رحمت الٰہی اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے غیر محدود قوت کا موجب ہے۔ ان کے مجدد ہونے سے انکار سراسر جہل و نادانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے۔

غرضیکہ یہ سفر بخیر و خوبی طے ہوا۔ مہینوں پٹیالہ کے لوگوں میں حضرت کی تشریف آوری کا چرچا ہوتا رہا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت،
مرتبہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد)

لیزر (Laser) سے پتھری کا علاج

(محمد احمد خان - مانچسٹر)

یورپ میں لیزر کے ذریعے پتھری کو توڑنے (Lit-hotripsy) میں کام اپنے آخری مراحل پر ہے۔ یہ پتھری انسانی پتے، مثانے اور گلے کے غدود میں موجود ہوتی ہے۔ پتھری کو لیزر کے ساتھ توڑنے میں درپیش مسائل کو حل کرنے کی بہت حد تک ممکنہ کوششیں تکمیل کو پہنچ چکی ہیں۔ گزشتہ سال بلفاسٹ میں ایک کانفرنس میں امریکیوں نے اس تشویش کا ذکر کیا کہ کس طرح یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ لیزر کی شعاعیں اپنا حرارتی اثر پتھری کے آس پاس ٹشوز پر نہیں ڈال رہیں۔ فلورنس اور مانچسٹر والوں نے لیزر کے ساتھ منسلک ایک (Acoustie Sensor) بھی تیار کیا جو سرجن کو اور ساتھ ساتھ خود اپنے ہی سسٹم کو یہ بتاتا رہے گا کہ کس طرح لیزر کی شعاعیں ٹھوس ٹشو (پتھری) کو توڑنے کا کام سرانجام دے رہی ہیں اور یوں ان شعاعوں کے ناپسندیدہ اثرات نرم ٹشو پر نہیں ہونگے۔

اگلے ماہ اس سنسر کی نمائش پہلی دفعہ کی جائے گی۔ اس کی تیاری میں روسی سائنسدانوں کی مدد بھی شامل ہے جو برلن میں (Laser Medizin Zentram LMZ) میں سستے قسم کے لیزر کی تیاری میں مصروف عمل رہے۔ اطالوی اس قابل ہو گئے ہیں کہ وہ پتھری پر طاقتور لیزر شعاع کے پڑنے کے بعد اس کا (Interferograms) حاصل کر سکیں جو اس (Plasma) سے حاصل ہوتا ہے۔ جب پتھری ٹوٹ پھوٹ کر اپنی ہیئت فوراً تبدیل کر کے نہ ٹھوس، نہ مائع حالت اختیار کرتی ہے اسے پلازما کہتے ہیں۔ اس طریقہ کو صنعتی یونٹوں میں بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ Umist کے ایک پاکستانی جن کا تعلق نواب شاہ سے ہے انہوں نے بھی ایسا ہی سسٹم کیمیادی صنعتوں کے لئے ایجاد کیا ہے اور Umist والوں نے اس کا پورا تجربہ عام نظارے کے لئے ایک جگہ نصب کیا ہے۔

۱۹۸۰ء کے عشرے میں برلن والوں نے لیزر شعاعوں کے ذریعے پتھری کو توڑنے کے لئے (Shock—wave Lithotripsy) کا تجرباتی مظاہرہ کیا مگر اس لیزر سسٹم کی قیمت ۲۰۰ سے ۴۰۰ ہزار جرمن مارک تھی۔ اس بلند قیمت کو کم کرنے کے لئے روسیوں کی تکنیک جسے ماسکو کے (General Physics Institute IOF-AN) والوں نے جاری کیا، کو استعمال کیا گیا۔ اس میں لیزر کی شعاع کو آپٹیکل فائبر کے اندر توسیع دی جاتی ہے اس سے جرمن سسٹم کی قیمت گر کر ۵۰ سے ۶۰ ہزار جرمن مارک پر آگئی۔

جرمنوں اور روسیوں کی شراکت جو ۱۹۹۱ء میں کی گئی اس میں انہوں نے مزید قیمت کم کرنے پر کام کیا اور انہوں نے (Long Pulse, Q—Switched and frequency Doubled ND:YAG) لیزر کو استعمال کیا۔ دو سالوں کی محنت کے بعد اب یہ تکنیک اس قابل ہے کہ اسے ہسپتالوں میں علاج کے طور پر استعمال کیا جاسکے۔

لیزر شعاعوں سے پیدا کی گئی (Shock-Wave Lithotripsy) ہی مؤثر طریق ہے جو پتھری وغیرہ کو توڑنے کے لئے بہت کم مضر اثرات پیدا کرتی ہے۔

متعدد قسم کے کئی اور لیزر جن میں Dye, Excimer, Nd, YAG اور الیگزاینڈ رائٹ لیزر شامل ہیں۔ قبل اس سے استعمال کئے جا چکے ہیں۔ (Short-Pulsed) کی لیزر شعاعوں کو لچکدار سلیکا گلاس فائبر کے ذریعے پتھری کی سطح تک پہنچایا جاتا ہے اور بھاری مقدار میں پاور (یعنی قریباً ایک میگاواٹ فی مربع سنٹی میٹر) چھوٹی سی جگہ میں منتقل کی جاتی ہے۔ اس بھاری طاقت سے پتھری پلازما کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

لیزر سے قبل گردے کی پتھری توڑنے کے لئے جو سرجری استعمال کی جاتی تھی اس میں سات سے دس دن کا عرصہ اپریشن کے بعد صحت یابی کے لئے درکار ہوتا ہے۔ ایک کامیاب اپریشن کے لئے کم سے کم ۲ لاکھ روپیہ خرچ آتا تھا۔ مگر اب لیزر کے میدان میں آ جانے سے یعنی لیتھوٹرپسی کے علاج سے مریض کو کسی قسم کے ہسپتال جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ علاج کہیں بھی ہو سکتا ہے اور اس علاج کے لئے کل تیس ہزار روپیہ درکار ہوتا ہے۔

لیزر کے کمالات یہ ہی نہیں بلکہ دل کے اپریشن میں بھی سرجن کو کافی سہولت مہیا کر دی ہے۔ دل کے مریضوں کو بائی پاس اپریشن کروانا پڑتا ہے تاکہ خون کی دل کے قریب تنگ نالی کو ٹانگ سے حاصل کی گئی نالی سے بدلا جاسکے اور یوں خون کی گردش بسہولت جاری رہے۔ قبل از لیزر سرجری، دل کے اس طرح کے اپریشن میں تین گھنٹے مسلسل خرچ ہوتے تھے پھر دو ہفتے ہسپتال میں رہنا اور ۱۰ ہفتے گھر میں آرام کرنا لازم تھا۔ مگر لیزر کے ساتھ یہی اپریشن (Balloon Angioplasty) کے ساتھ آسان اور کم خرچ ہو گیا ہے۔ اس میں سکڑی ہوئی نالی کو چھوٹے سے غبارے کے ساتھ بڑا کیا جاتا ہے۔ یہ اپریشن ایک گھنٹہ طویل ہوتا ہے اور صرف دو گھنٹے ہسپتال میں گزارنے ہوتے ہیں اور بعد ازاں ایک ہفتہ گھر پر آرام کرنا ہوتا ہے۔ اس اپریشن میں کل خرچ سوا لاکھ روپیہ ہوتا ہے۔

مستقبل میں امید ہے کہ لیزر ٹیکنالوجی دماغ میں رسولی وغیرہ کو کامیابی سے باہر نکالنے میں سرجن کی مدد کرے گی بلکہ بعض حالات میں خود بخود اپریشن مشینوں سے دیے ممکن ہو گئے ہیں جو ابھی تجرباتی مراحل میں ہیں۔

[redacted]

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD
JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

Al Fazl International Weekly, London

16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)

ISSN: 1352 9587

TELEPHONE NO. 081-870 8517

FAX NO. 081-870 1095

Vol. 1 — Friday, September 23, 1994 — No. 38

شذرات

(م۔ا۔ح)

علماء کی افزائش

حکومت پاکستان نے مرکزی سینیٹ کے ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل کر رکھی ہے جو وقتاً فوقتاً انسانی حقوق، بچوں اور خواتین کی مسائل، اقلیتوں کی بہبود اور قیدیوں سے سلوک وغیرہ کا جائزہ لے کر اپنی سفارشات پیش کرتی ہے۔ اس مرتبہ اس کمیٹی نے دینی مدرسوں کی ہیئت اور کارکردگی کو موضوع بنایا ہے اور منجملہ اور باتوں کے درج ذیل تشویش انگیز انکشافات کئے ہیں۔ اے پی پی کی جاری کردہ خبر کے مطابق:۔

"انسانی حقوق پر سینیٹ کی کمیٹی کے چیئرمین سینیٹر خلیل نے مدرسوں کو فرقہ واریت کا گھر قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ مدرسے مذہبی انتہا پسندی پیدا کر رہے ہیں .... ملک میں ضرورت سے زیادہ علماء پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ مدرسے ریاست کے اندر ایک ریاست ہیں۔ اپنے کام کے حوالے سے کسی اور کے سامنے جواب دہ نہیں۔ اگر ہم نے انہیں نہ روکا تو پھر انہیں قابو کرنا بہت مشکل ہو گا"۔

(روزنامہ جنگ لندن، ۷ ستمبر ۱۹۹۴ء)

ہمیں خوشی ہے کہ کمیٹی کے ارکان نے ہمارے مضطرب معاشرہ کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا ہے۔ کچھ عرصہ سے ہمارے دانشور اور صحافی اپنے مضامین اور کالموں میں فرقہ واریت اور ملائیت کے جس خطرہ کی گھنٹی بجا رہے ہیں وہ انہی نام نہاد دینی مدرسوں میں پرورش پا رہا ہے۔ ان میں سے ہر مدرسہ "دارالعلوم" ہے اور ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں نئے "علماء" کو تیار کر کے بازار میں لے آتا ہے اور پھر ان میں سے ہر ایک فرد کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی نو تعمیر مسجد پر قبضہ کرے یا کسی نئی آبادی کے اطراف میں تھڑا بنا کر مسجد کی ابتدا کر دے۔ ان کے اساتذہ اور ہم مسلک بااثر لوگ انہیں بٹھانے اور کامیاب کرنے (Settle کرنے) میں مددگار ہوتے ہیں اور چند سال بعد یہی مسجد ایک نئے مدرسہ کو جنم دیتی ہے اور اس طرح یہ سلسلہ اقلیدس کی ضربی پیش رفت کے قاعدہ کے مطابق بڑھ رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں بہت جلد علماء کی شرح ہر بیس شہریوں پر ایک مولوی ہو جائے گی۔ شہروں اور قصبات میں زیادہ، دیہات میں کم، اس لئے کہ دیہی علاقوں میں یہ کاروبار زیادہ نفع بخش نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر بیس شہریوں کو نہ صرف ایک غیر پیداواری شخص اور اس کے کنبہ کا معاشی بوجھ اٹھانا ہو گا بلکہ اس کے فتووں اور ذہنی وارفتگیوں کی غلامی کرنا ہو گی۔ جیسا کہ اس کمیٹی نے خدشہ ظاہر کیا ہے اگر ان کی تعداد واقعی بے قابو ہو گئی تو عوام کے سر پر سے بوجھ کم کرنے کے لئے شاید اس جنس کو دساور بھجوانا پڑے۔

مجلس قائمہ کے صدر نے تو ان درسگاہوں کو محض ریاست در ریاست کہا ہے لیکن فی الواقعہ جو کچھ وہاں ہوتا ہے اس کا حال ان کے ایک واقف اسرار دروں خانہ وائی علی صاحب (آکسفورڈ) نے کچھ عرصہ قبل ایک مضمون میں لکھا تھا۔ کس طرح ان نوخیز علماء کی تغسیل ذہنی (برین واشنگ) کی جاتی ہے، کیسے خوف خدا، احترام رسالت اور خدمت خلق کے نام پر انہیں روٹی کمانے کی تربیت دی جاتی ہے اور قتل مرتد، ناموس رسول کے نام پر سزائے موت، نفاذ شریعت، بات بات پر جہاد و قتال جیسے مسائل رٹا کر اپنے استادوں، پیروں اور دادا پیروں کی گروہ بندی کو قوت پہنچانے کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ (یہ نہایت دلچسپ اور خیال انگیز تحریر روزنامہ جنگ لندن کی اشاعت ۱۷ نومبر ۱۹۹۲ء میں چھپی تھی۔ ہم کوشش کریں گے کہ الفضل انٹرنیشنل کے کسی قریبی شمارہ میں اسے من و عن درج کیا جائے)۔

ہمیں امید ہے کہ اس اہم کمیٹی کی سفارشات کو سنجیدگی سے لیا جائے گا اور ایسے دینی مدارس کی فصل ناخواستہ یعنی حضرات علمائے کرام کی بے تحاشا افزائش کو روکنے کے لئے حکومت منصوبہ بندی کی کوئی صورت پیدا کرے گی۔

۞۞۞۞۞۞۞

راولپنڈی (پاکستان) میں مسجد احمدیہ کو مسمار کر دیا گیا

[پریس ڈیسک] پاکستان سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ محلہ راجہ سلطان میں واقع جماعت احمدیہ کی مسجد کو جو ساڑھے پانچ کنال میں واقع ہے اور جہاں عرصہ چالیس سال سے روزانہ نمازوں کے علاوہ جمعہ اور عیدین کی نمازیں بھی ادا کی جاتی تھیں۔ راولپنڈی ڈیولپمنٹ اتھارٹی کے حکم سے مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۹۴ء بروز جمعرات منہدم کر دیا گیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

عرصہ دو ماہ سے جب سے کہ جماعت احمدیہ نے آر۔ ڈی۔ اے سے نقشہ کی منظوری کے بعد اس جگہ پر توسیع کا منصوبہ بنایا تھا بعض شر پسند لوکل ملاں جماعت کے خلاف لوگوں کو ابھارنے میں مصروف تھے اور اخباروں وغیرہ میں اعلان کر رہے تھے کہ وہ اس جگہ پر احمدیوں کی مسجد تعمیر نہیں ہونے دیں گے۔ بعض مولویوں نے کفن بردار جلوس نکالنے اور مسجد پر قبضہ کر کے اپنی جامع مسجد بنانے کا اعلان بھی کیا تھا۔

چنانچہ ابھی تعمیر شروع ہی کی گئی تھی کہ مولویوں نے آر۔ ڈی۔ اے پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ وہ احمدیہ مسجد کو گرا دے۔ چنانچہ آر۔ ڈی۔ اے نے مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۹۴ء کو ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر گرانے کا حکم جاری کیا۔ جس پر جماعت احمدیہ راولپنڈی کے امیر مجیب الرحمان صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ نے عدالت سے رجوع کر کے حکم امتناعی حاصل کر لیا۔ مگر جمعرات ۱۵ ستمبر کو سول جج درجہ اول سید علی دستگیر نے احمدیوں کی طرف سے مسجد کو گرائے جانے کے خلاف حکم امتناعی کا مقدمہ خارج کر دیا۔ مولویوں نے آر۔ ڈی۔ اے کے عملہ پر شدید دباؤ ڈالا کہ وہ فوری طور پر احمدیوں کی اس مسجد کو منہدم کرنے کی کاروائی کرے۔ جس پر آر۔ ڈی۔ اے کا عملہ فوراً محلہ راجہ سلطان پہنچا اور پولیس اور مجسٹریٹ کی زیر نگرانی عدالت کے زیر غور معاملہ سے کہیں تجاوز کرتے ہوئے مسجد کے نئے تعمیر شدہ ستونوں کے علاوہ پرانی چار دیواری، نماز کے لئے بنے ہوئے شیڈ اور ملازم کے رہائشی کوارٹر کو بھی منہدم کر دیا۔ اس کاروائی پر چار گھنٹے سے زائد کا عرصہ صرف ہوا۔

اطلاعات کے مطابق مولویوں کے جلوس بھی مسجد پر ہلہ بولنے کے لئے آئے ہوئے تھے لیکن چونکہ جماعت احمدیہ کے اراکین نے پولیس کے اعلیٰ افسران پر واضح کر دیا تھا کہ وہ کسی مولوی کو اپنی جگہ کے اندر نہیں آنے دیں گے چنانچہ پولیس نے مولویوں کے جلوس کو دور ہی روکے رکھا اور اس طرح حکومت پاکستان نے ملاؤں کے ناجائز مطالبات کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کی ایک اور مثال قائم کر دی ہے۔

احباب کرام سے درخواست ہے کہ وہ دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے ہاتھ شل کرے جنہوں نے سراسر ظلم کی راہ سے خدائے واحد یگانہ کی عبادت کے لئے تعمیر کی جانے والی اس عمارت کو مسمار کیا ہے اور وہ اپنی جناب سے عبرت کے عظیم نشان ظاہر فرمائے۔

مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی وضاحت

گزشتہ دنوں اخبارات میں محترمہ بینظیر بھٹو وزیر اعظم پاکستان کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ انہوں نے مکرم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو ان کی بیماری کے علاج معالجہ کے لئے اخراجات کی پیشکش کی ہے۔ اس پر محترم پروفیسر عبدالسلام صاحب نے ایک وضاحتی بیان جاری کیا ہے جس میں آپ نے کہا ہے:۔

"حال ہی میں اخبارات سے یہ خبر میری نظر سے گزری ہے کہ پاکستان کی وزیر اعظم محترمہ بینظیر بھٹو نے میرے علاج معالجہ کے لئے اخراجات کی پیشکش کی ہے۔ میں ان کی ہمدردی کا تہ دل سے ممنون ہوں ـــــ میں یہ بات ان کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے ہر طرح نوازا ہے، بہترین علاج کی سہولت کے ساتھ ساتھ میری فیملی، میری جماعت اور دنیا بھر کے مخلص دوستوں اور خیر خواہوں کی دعائیں میرے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے"۔

انہوں نے اپنے بیان میں مزید یہ بھی فرمایا ہے کہ:

"زندگی بھر میری یہ کوشش رہی کہ میں اپنے وطن پاکستان اور اپنے ہم وطنوں کی ترقی و بہبودی کے لئے کام کروں ـــــ یہ میری دلی تمنا رہی ہے کہ پاکستان میں تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی میں ماہرین تیار ہوں۔ مگر مجھے انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مختلف بدلتی ہوئی حکومتوں نے میری خدمات اور راہ نمائی کو قابل اعتنا نہ سمجھا، جن پر عمل کر کے پاکستان ٹیکنالوجی میں دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں شمار ہو جاتا۔

اب میری گزارش ہے کہ میرے علاج پر خرچ کرنے کی بجائے اس فنڈ کو تعلیم اور ریسرچ کے لئے خرچ کیا جائے۔

۞۞۞۞۞۞۞

بقیہ مختصرات از صـ ۱

بقیہ مختصرات از صـ ۱

۸ ستمبر ۱۹۹۴ء بروز بدھ:

تعلیم القرآن کلاس ہوئی جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی آیات نمبر ۷۵ تا ۸۸ کا ترجمہ سکھایا۔

۹ ستمبر ۱۹۹۴ء بروز جمعرات:

۲۹ مارچ کا پروگرام ملاقات دوبارہ ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔ جس میں حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معاندین نے ان کی ذات پر جو گند اچھالنے کی کوشش کی ہے اور جو غلیظ لٹریچر شائع کیا ہے اس سے احمدی دس سال بہت تنگ رہے ہیں اب ان کے جوابات دینے کا موقع مل گیا ہے اس لئے ان کا جواب باری باری دیا جا رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام:

"انت من ماءی وھم من فشل"

پر مولوی بشیر بھوپالوی کے استہزاء کا تفصیلی جواب مع حوالوں کے دیا۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق جو الہام ہوا کہ:

"انا نبشرک بغلام حلیم۔ مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء"

اس پر کئے گئے اعتراض کا جواب نہایت مدلل طور پر دیا۔

پھر اس اعتراض کا جواب بھی دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چاند کا نشان اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا نشان ظاہر ہوا۔ نیز یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین ہزار معجزات ظاہر ہوئے اور میرے لئے تین لاکھ اور اسطرح گویا کہ آپؑ نے (نعوذ باللہ من ذالک) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی ہے۔ (ع۔م۔ر)